



حکم کو رعیت کی طرح

برس جا رہے ہوں برس جا رہے
یہ خیال مجھے کرو سنا نہیں پاگل
برس جا رہے ہوں برس جا رہے

میسرئی پارہ کا نارووا تھا ہوا تھا۔ برستی بارش میں
ہر طرف بے قمری تھی۔ کچن سے بڑی سوندھی
سوندھی خوشبو میں باہر تک تھیں۔ فوسر سب
نے ہڑبازئی چلی ہوئی تھی۔ انبساط کین کی کری پی پے
پیشی باتوں کے پالے میں چراگائے کین سے تقریباً
بے نیاز سی تھی۔ ڈیک فل والیوم میں چل رہا تھا جتنے

خاکہ ان کے بے فکر تھے کہ لڑکیاں تھیں۔

انبساط کا وہن اپنے پر سکون سے گھر میں رہنے
وہوں میں ابھنا ہوا تھا۔

"رومانہ نے یقیناً وائبر باتھ میں تھما ہو گا اور ندین
کو اندر باہر آنے سے سو سوتا میں ستا رہی ہوگی۔ اور اسی
ندین کو رومانہ کو تنگ کرنے کی وجہ سے ڈانٹ رہی
ہوں گی۔ بھائی جی ان سے نہیں آئے ہوں گے۔
برہمنی موسم کا مزالے رہی ہوں گی بھائی جی ان سے
سے واپسی پہ ضرور کوئی جیٹ پی جیٹا میں گئے۔ رومانہ
کی فرمائش جو ہوگی۔ بھائی جی سن پکڑے اور آکھنے کی
جیٹ کے ساتھ پورے دور اہلہ والے کی چٹنی بھی پہنچی
ہوگی۔ ہس گھر میں کتنے سکون ہو گا اور ملے۔"

!! سوچتے سوچتے ہوش میں آئی۔

جرار اور باقی سب فریضہ کھیل رہے تھے اس نے
بڑی جلتی لگا کر جرار کو کھلا۔

"اتنا میوور ہو کر بٹو ہو کر رہا ہے اور ان شتر بے عمار
لڑکیوں کو نہ کھوئے ڈوپٹے میں ڈالے اپھیل رہی
ہیں کپڑے جھیک کر جسم سے چکے ہوئے ہیں اور ذرا
جھکی ہوں کا خیال نہیں۔ ہوں کا تو بھندہ جاننے ہے۔ ان
کی ٹانگ کے نیچے یہ سب ہو رہا ہے۔ مجھ سے جو کچھ
ہول جائیں کھلی چٹنی بت رہی ہے۔ قیامت کے دن
لکھ پڑے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں پڑھتی۔ وہ نہیں ہار
اور یہ بھئی نور کو ملنے سے بھی کھیلنے کی دعوت دے گی پر
دستی ان سنی کرئی۔ بارش پیسے سے بھی تیز ہوئی
تھی۔ ساتھ ہی جرار کی شوخی میں بھی بھندہ ہو گیا کچھ
انکی ہی حالت اسلامہ کی بھی تھی جس کی منگیتر نور کرن
لہور سے آئی ہوئی تھی۔

چھٹیوں میں لا سرے شہر میں رہنے والے لوگ
بھی کین کے پاس جمع ہوتے تو میلہ سناگ جاتا تھا۔ یہ ان
کے گھرانے کی برسوں پرانی روایت تھی جو ابھی تک
ملاست تھی۔ انبساط کچھ عرصے پہلے ہی پیدا کر سکی
تھی اور اس کے ہوتے یہ سب پہلی بار آئے تھے۔
اساتھ کی منگیتر فریل 'جرار کے ماموں اور خالہ' بڑی
بھائی کی پیوچو 'جرار کی دونوں شادی شدہ بہنیں ان
کے شہر حضرات' اور دور پرے کے کزنز وغیرہ بھی
آئے ہوئے تھے اور گھر میں بستی رونق تھی۔

بادرہنی خانے کے اکثر امور فطیہ سرانجام دیتی تھی
جو عرف عام میں امل فاطمہ کہلاتی تھی۔ جرار کی دونوں

بہنوں، سنا اور غصی کو کھانے پکانے سے کافی لگاؤ تھا وہ بھی لڑکی فاطمہ کے ساتھ ساتھ لگی رہیں کیونکہ خواہی کھانے پکانے یا کئی ایسی فاطمہ کے بس کا کام نہیں تھا۔

ان کے ساتھ انبساط بھی شامل ہو جاتی۔ ویسے بھی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی اس نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ ان کے خاندان کی لڑکیاں کمرہ پلانے کے لئے آمیز بل تصور کی جاتی تھیں۔ اور شادی کے وقت انبساط کو بھی بلور خاص اسی قسم کی نصیحتیں کی گئی تھیں۔

اس بات کا اسے اچھی طرح احساس تھا چنانچہ لڑکی فاطمہ کے ساتھ اس نے بھی ہاتھ پانا شروع کر رکھا تھا۔ آج بھی وہ کچن میں تلی کہ پکڑے کھانے اور کچوریاں پانے میں ان کی مدد کرے مگر انہوں نے زبردستی اسے باہر بھیج دیا کیونکہ سب موسم انجوانے کر رہے تھے۔

اس نے باہر نکل کر سب کے ساتھ شامل ہونے کے بجائے برآمدے میں پڑی کین کی کرسی سنبھال لی تھی۔

پیشانی پر ہاتھیں

یہ بھی تھا

یہ بارش پکڑے جس جہاں

اساتہ کٹی پہ سنا رہا تھا۔

انبساط کو اتنے سے اور گھٹا انداز میں جذبات کا اظہار بھی بھی پسند نہیں رہا تھا۔ کم سے کم اس کے نزدیک یہ سب فضول تھا۔

خاندانہ طہر کی نماز پڑھ کر باہر نکلی۔ انبساط اکیلی بیٹھی تھی۔ انہوں نے بغور اپنی چھوٹی ہمو کو دیکھا۔ اس کی عزت سنجیدگی اور پاکیزہ انداز کی وہ دن سے قاش تھی۔

تب ہی وہ انتہائی قلیل وقت میں اس نے خاندانہ بیہم کو اپنا کر دھو کر لیا تھا۔ کچھ ایسا ہی حال اس کے سر احسان درانی کا بھی تھا۔

"کیا بات ہے کیا سوچا جا رہا ہے" انہوں نے

وہ سری کرسی سنبھالتے ہوئے بغور اسے دیکھا۔ تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں بس قدرت کی خوبصورتی کو دل میں سرا رہی تھی۔" وہ بولے سے مہکائی۔

"بہت خوب تم اکیلے یہاں بیٹھی ہو نور ان سب کو دیکھو جیسے بے فکر ہیں۔" ان کے لہجے میں محبت سی محبت تھی جو باوجود شغلے ادکا کر رہ گئی۔

ان کے سامنے وہ حقیقت پسندی کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی شادی کو عرصہ ہی نہ تھا۔ بکسر نے لوگ اور نئی جگہ تھی وہ ابھی تک سب کے مزاج سے پوری طرح آشنا نہیں ہوئی تھی۔

ویسے بھی اپنے جرات کے لئے میں نے تمہارے ہمیشہ ہی لڑکی کا تصور لیا تھا جو اسے تیر کی طرح سدا حاکم دے۔" خاندانہ کے انداز میں بے ساختگی سادگی اور شرارت کا تاثر یک وقت موجود تھا۔ وہ اسے جرات کے بچپن اور جوانی کے قے سنانے لگیں جس میں اسے دیکھنا نہیں سکتی تھی۔

وہ دھاتی، پوسلے ہی تو امی، ابو، بھائی، بہنیں، رفقاء اور بھائی سب اس کی شادی پہ ستا خوش تھے۔ ہو کو بطلان تھا اس کی سمجھ داری پہ تو امی کو اپنی تربیت پہ بھروسہ تھا۔ جرات کے رشتے پہ سب ہی خوش اور مطمئن تھے کیونکہ سکون اور اطمینان تھا ان کے چہرے پہ جب اس نے رشتے کے لیے ہل کی تھی۔ اس کی ذات سرخ و گھری تھی اور یہ بات ان کے لیے کافی پر اطمینان دہن تھی۔

خاندانہ کسی حکم سے اٹھ کر اندر چلی گئی تھیں۔ اساتہ بولی کولان میں گرے فرزند جیسے کے تک دودھ کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ اور وہ بھی تھی۔ جرات نے ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرزند چھین لی اس کا من انبساط کی جانب تھا۔

"دیکھو تو موسم تمہاری طرح آلت ہو رہا ہے۔ آؤ

شرارت اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔

"ہے شک ہو موسم آلت میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔"

سب کی موجودگی کے خیال سے وہ نرم سی ادنی کیونکہ جرات میں اس کے سامنے کمر تھا پارہ ماننے کا تہیہ کیے ہوئے۔

"میں اندر جا رہی ہوں اور بھی کام ہیں۔" وہ کافی رکھائی سے ہنسی منظر سے ہنسی۔

کافی دیر بعد وہ باہر آئی تو پتا چلا کہ سب لانگ ڈرائیو گئے ہوئے ہیں اسے ایک منٹ کے لیے افسوس سا ہوا کہ مجھے کسی نے پوچھا تک نہیں پھر خود ہی اس نے من کو تسلی دی۔

"میں کون سا کھٹ کر آتی ہوں۔" ایک منٹ ہی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔

مغرب کے بعد میں نو دو گن ٹیلا کی رہا رہی ہوئی۔ انبساط نے لڑکیوں کے پچھلے پچھلے جسم سے پچھلے پچھلے دیکھ کر استغفار پڑھی۔ غزل نے اس کے سامنے ویسٹ از سر نو بٹھا دیا اور لو لہا۔ یہی حال اور یہ لود لائبر کا بھی تھا۔ وہ اپنی دکان اور بے نیازی کا چٹا پھرتا اشتہار بنی ہوئی تھیں۔ بھلا اس نے دیکھ کر لطف نہیں لیا ہو گا۔ لانگ ڈرائیو کا شوق اور جوانی کا جوش بھیج سا تھا۔ اس لیے کپے کیوں کاٹو کی ہوش سی نہیں تھا۔ مگر انبساط کا خیال ہی تھا کیونکہ انہوں نے پہلے کپے بدلے غزل اور ارمیہ کو تواب سروی لگ رہی تھی۔ ان دونوں نے گرم گرم چائے خواہ کر لی۔

"وہ گاہی حسینہ غصیب کی تھی یا ر مٹائی تھی اس کے لیے پاں بھی خوب تھے اور بارش میں قیامت لگ رہی تھی۔" جرات نے پاؤں تھپو کیا اور لوفرا۔ انداز میں آنکھ دبا کر اساتہ نے انبساط کی طرف توجہ دلائی جو فلوریشن پہ بیٹھی بڑھ رہی تھی۔ ان کے ایم ایس سی کا فائل ایئر تھا لیکن شادی اور جرات کی خد کی وجہ سے وہ فائنس ایئر لہو ہوا میں چھوڑ سکتی تھی سو اس کا ارادہ تیاری کے بعد بند کر دیا گیا۔ انبساط نے دیکھا تھا۔ اس

منزلے میں اسے عائشہ اور احسان صاحب کی نقل سپورٹ حاصل تھی۔ بول ہی موقع ملتا کہ کچھ نہیں کھیل رہی کیونکہ شادی کے بعد اس کی توجہ تقسیم ہو گئی تھی اور کوشش کے باوجود بھی وہ پڑھ نہیں پاتی تھی۔ اس کی یونیورسٹی فیلو شاہ اور ماہ اس کی بھرپور مدد کر رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ نوٹس بھی پچھواتی رہتیں شادی کے بعد وہ صرف دوبار میٹے ہی تھی وہ بھی ایک ایک دن کے لیے۔

اب اس کا ارادہ تھکے کم چدرہ مولہ دن جا کر قیام کرنے کا تھا۔ ساتھ ساتھ نو شاہ اور ماہ سے مدد بھی لینی تھی۔ یونیورسٹی حال ہی میں گرمیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے بند ہوئی تھی۔ وہ گھر والوں کو س کر رہی تھی۔ اگر ابھی یہ سب مہم نہ آئے ہوتے تو وہ چنی جاتی ایسا کی طرف۔ مگر جب تک یہ سب یہاں تھے ایسا سوچنا بھی محال تھا۔

جرات اسے سوچ کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ بڑے آرام سے کتاب اس کے ہاتھ سے لی اور اپنا سر اس کی گود میں رکھتے ہوئے کھل کر رہا۔

ہمیرا خیال ہے کچھ نقصان کم ہو جائے گی۔" وہ اس طرح ری ایکٹ کر رہا تھا جسے ان دنوں کے سٹوڈنٹس لاور

خدا کا نام لے کر پڑھو

وہم کہہ رہی تھی سچائی سے

فوز یہ یا حسین

کوئی نہیں ہے۔ اس کی بھی ایسا نہ کابل جلاتی تھی نہ جانے وہ سب کے سامنے کس وقت کیا کہ وہ غریب شرارت سے کھائی اریہ اور کوئل سے نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ جرات کے مزاج سے ابھی طرح واقف تھیں۔

”یہ خدمت اپنے کمرے میں لیا کرو۔“ غزل نے دوستانہ مشورہ دیا۔

”یار کیا ہے میری چائز شرعی بیوی ہے اور کمرے میں تو لٹن کی کتابیں ہوتی ہیں۔ پورے بندہ ہے۔ اور مجھ غریب کے کیا جرات جو خدمت لول اس باقی حسینہ سے۔“ وہ مکمل قارم میں تھا اور انبساط اس بیباکی سے پائی پائی ہوئی۔

”بھئی تم سہو اس کا سر ہٹا کر دیں سے بھی تو روٹا سا آئیل پیسے تو پھر بھی کسی حد تک وہ اپنے جاسے میں ہی رہتا تھا جب سے غزل آئی تھی اس کی جرئت اور گستاخیوں کو ذہن مل گئی تھی۔

بارش لٹل کے ہرے رہی تھی۔ انبساط کا موڈ تو بڑھوا ہی تھا سا ہو گیا۔۔۔۔۔ اس کا دل اداس سا تھا۔ رات کا کھانا اس نے فاطمہ کے ساتھ مل کر تیار کیا۔

”بہت مزے لگے یا ہے کھانا آج تو۔“ انبساط کے ہاتھ کی ہوائی کھلتے ہی احسان صاحب نے بچے دل سے تعریف کی۔ کچھ ایسی ہی رائے اوسل کی بھی تھی۔

گھانٹنے کے بعد انبساط سب کے لیے قہو بنا کر لے آئی۔ ان کے گھر میں گھانٹنے کے بعد قہو پینے کی عادت تھی۔ یہاں آکر اس نے سب کو بھی یہ لذت و نل دی تھی۔ احسان صاحب تو بطور خاص اس سے فرمائش کرتے تھے لٹن کا وزن اور کوششوں مسلسل قہو پینے سے کنٹرول میں آئی تھا۔ اور پہلے کے مقابلے میں وہ خود کو چاق و چوبند بھی محسوس کرتے گئے تھے۔

شازبہ بیٹا بھی اور عطشی جلدی سونے چلی گئیں۔ عروقت بھلی اور شازبہ بھی لگتی کے شوہر شازبہ نے لٹن چٹل چو کڑی کا کچھ دیر ساتھ دیا پھر انھیں بھی

غیر تماشوں ہو گئی۔ سارا خاندان چھوٹا اور عاکشہ زور سے پہلے ہی اٹھ کر چلی گئی تھیں سونے کے لیے کوئل اریہ بھلی غزل اور اسامہ کا دوا کھینچنے گئے جراتیہ پر کھڑا جانے کی سوچ رہا تھا۔

انبساط بھی کمرے میں چلی گئی۔ وہ کبھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے وضو کر کے عشاء کی نماز کی نیت باتھ روم کی۔ جب جراتیہ لکھا ہوا اندر داخل ہوا تو لٹن پر وہ رہی تھی۔ وہ کمرے کے اندر آ کر بیٹھ گیا۔

سامنے لٹن جہاں موجود تھی۔ اپنی ہی کھی ہوئی کتلی باتیں اس کے ذہن میں شور مچانے لگیں۔

”میں چاہتا ہوں تمہیں فجر کے بعد ہی دیکھوں۔“ ایک روز جب وہ اپنے خاندان میں ہونے والی شادی کی رسموں کے بارے میں باتیں کر رہی تھی تو جراتیہ نے اسے کہا تھا۔

”ہمارے ہاں جب دو لٹن رخصت ہو کر آتی ہے تو دو لٹا سے اس کا رونا کھونڈا جاتا ہے۔“

”توہ کیوں؟“ اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔

”جس رسم بہ عادی۔“ وہ شہن سے نیازی سے بولی۔

”یہ مردہ کب تک ہوتا ہے؟“

”پہلے تو ایک ایک ہفتہ رہتا تھا پر اب فجر کی نماز کے بعد دو لٹا نہیں تو دیکھ سکتے۔“

”میں چاہتا ہوں تمہیں فجر کے بعد ہی دیکھوں۔“

”تب تک صبح ہو چکی ہوگی۔“

”میں دسمبر میں شادی کروں گا۔ سوچیں دیر سے نکلا ہے تم نماز جلدی پڑھ لینا کہ ہلکے ہلکے اندھے اپنے کے منگم میں میں تمہیں دیکھوں۔“ ایک عجیب سی التجا اور بے قراری تھی اس کے لہجے میں وہ دیکھو تو نہیں سکتی تھی مگر محسوس تو ہو رہا تھا۔

”میں دسمبر میں نہیں بلکہ جون میں شادی کروں گی۔“ وہ کھلکھلائی۔

”پر میں تمہیں دسمبر میں لے کے جاؤں گا۔“ جرات کا انداز فیصلہ کن تھا۔ دسمبر میں تو میں البتہ مئی کے

آخری عشرے میں دو لٹن کے روپ میں بھی سنواری اس کے کمرے میں موجود تھی۔ انبساط نے نماز پڑھنے کے دوران ہی اس کی نظروں کے ارتکاز کو محسوس کر لیا تھا تب ہی قہو مانگتے ہی اس نے کتلیوں میں سوسے بنایا تھا حالانکہ اس کی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ

اس نے تم نے مجھ سے دور ہو کر پڑھا تو پھر دھننے نہیں لٹا چھوٹی گودی میں سر رکھ کر پڑھو تو پھر تک نہیں کروں گا صرف تمہیں دیکھوں گا پر اس۔“ انبساط کی طرف سے بے اطمینانی کے انکشاف۔ اس نے پڑھ کر پتھن دلیا تھا۔ کچھ عرصہ پر لٹن نے اسے یونہی یاد آئی تھی اس نے انبساط کی طرف کھٹ کر دیکھ کر کچھ آنکھوں پر رکھ لیا۔ پڑھ کر آنکھوں کے نیچے بھی نظر آئی رہی۔ آنکھ پھٹی جیتی ہوئی۔

”انبساط تم واقعی ایک مختلف لڑکی ہو حیرت انگیز طور پر۔ تمہارے سینے میں دل نام کی چیز بھی ہے کہ نہیں۔“ وہ خیالوں میں اس سے لڑ رہا تھا۔

یاد سے اوپر کا نام تھا۔ انبساط نے کتاب بند کر دی۔ جرات سوچا تھا۔ اس نے جرات کے پاس رکھا۔ دوسرا کچھ اٹھائیں۔ وہ بے ڈھنگے انداز میں سو رہا تھا۔ دلیوں پانڈو کیسے کے گرد پھیلے ہوئے تھے وہ لوندھا پورے بندہ پھیل کے سو رہا تھا اور سوتے ہوئے بھی لٹائی زور زور سے رونا رہا تھا جتنا کہ جانتے ہوئے لٹا تھا۔ انبساط نے لٹا چرائی۔ اسے بست بجا دیا تھا۔

”آپ کس کھٹ پڑتے ہو۔“ چونکہ لب اتنی بے تکلفی تو ہوئی تھی اس لیے اس نے بڑھ کر پوچھا تھا۔

”میں آٹھ سونہ ہوں زیادہ تر نیچے کو بازوؤں میں لے کر پر شادی کے بعد ایسا نہیں ہو گا تمہیں گلیہ بنائیں گا۔“ جولیا اس نے اتنی ہی بے باکی سے جواب دیا تھا انبساط کے گلے لال گا ل ہونے لگے تھے۔

انبساط نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ جرات نے سر جھپٹی آنکھیں کھول دیں۔

”انبساط صاحبہ آپ کو ضرورت تو نہیں گا کہ محبت میں

تمہیں سے جلد ہی ہوئی تحریر۔
اداس اور غمگین قہر میں کے لیے
ایک شہساز کھانی



وہ اب دونا چاہتا تو حاضر ہوتا
حاضر ہوتا چاہتا تو غائب ہو جاتا
ایک سراپا اداس کی داستان تیرے
خوشیوں نے۔ تیرے خیالوں اور باتوں

ہما خضر غلام صاب

انجیلیم، ایم اے

پتہ: 300/- روپے

قیمت: 300/- روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، بازار، کراچی

لے چینی تزیین اور سب قراری کیا ہوتی ہے تم تو اپنے
 ہی کے لفظ اور وعدے ہمیں کی ہو مگر میں تو نہیں بھولا
 کچھ بھی کہ۔۔۔ "انجیلا کے جھکے آنکل کا ایک گونا اس
 کے پاس گرا تھا اس سے پہلے یہ پڑتا۔۔۔ انجیلا آگے
 بڑھ گئی تھی۔

رات عظم عظم کر بارش برسنے کے بعد صبح بھی
 دھوپ نکل آئی کبھی بادل بچھا جاتے۔۔۔ دھوپ چھوٹے پھوٹے کا
 یہ کھیل جاری تھا۔۔۔ جرار گزرنے کے ساتھ ہاتھ میں
 مصروف تھا۔۔۔ موضوع گفتگو کل دلی گلابی حسینہ بھی جو
 اسے تن بھی یاد تھی تھی۔۔۔ بھی تو بھانسنے بھانسنے
 سے ذکر ہو رہا تھا۔

"ہاں یار جان کر نکلتی تھی اس میں میری کوئی
 غلطی نہیں تھی رتے کرتے شرٹ کا کالر پکڑ لیا اوپر
 کے تینوں ہٹن ٹوٹ گئے اور رنگ دم میں پڑی ہے
 شرٹ۔۔۔" وہ اس میں کر کل دلا قصہ از سر نو دہرایا
 تھا۔۔۔ انجیلا نے سلتی نگاہوں سے اسے نہ کھا تو اس
 نے بڑے شرارتی انداز میں ایک آنکھ دھری۔ اس نے
 منہ پھیر لیا تو سب ہنسنے لگے۔ انہی حرکتوں سے انجیلا
 کی جوتن بجاتی تھی۔

"ہاں یار جی جی میں لڑکی جرار بھائی سے جوتن کر
 نکرتی تھی ان کا تصور نہیں تھا۔۔۔" انجیلا کے چہرے پہ
 غصے کے پہلے رنگوں کو دیکھ کر غزل نے اس کی طرف
 سے صفائی دی تھی۔

جرار غیر محسوس انداز میں اس کے تاثرات کا جائزہ
 لے رہا تھا۔

اوپر فرش نے چند طن میں ہی انجیلا کے آئینے
 انٹرے گریزیا رہتے کو محسوس کیا تھا جرار اپنی طرف
 سے لاکھ و کشش کر رہا تھا۔۔۔ بن کے درمیان حامل عروج
 کو گھر و نلوں سے لاکھ ہی رہتا جائے پر وہ اس کی
 کوششوں پر پانی پھیرتے میں لگی ہوئی تھی سو کم از کم
 اپنا تھکایا کے حق میں نہیں تھا۔

عظمی اور سارا کے شوہر حضرات تو چند دن رہ کر

بچے گئے تھے البتہ دلاؤں اور مری تھیں۔۔۔ خالہ چھوٹا
 اور دیگر کزنز بھی قیام کا ارادہ رکھتے تھے۔۔۔ سوا انجیلا کے
 میکے جانے کا پروگرام ملتا ہی جا رہا تھا۔۔۔ جرار نے
 مسلمانوں کی وجہ سے جو چٹائی کی تھی وہ ختم ہو چکی تھی۔
 اب وہ بھی بلب کے سینے میں پٹھور جا چکا تھا۔
 گرمیوں کی لمبی سپرین تھیں سو سو گرمی بھر چکا تھا
 لیکن وہ پر سکون تھی کیونکہ جرار اور مری تھیں قیام کی
 موجودگی میں وہ بے سکون ہی رہتی اس کی حرکتیں ہی
 ناقابل برداشت تھیں۔

رات کو وہ مزے لود سکون سے سوئی تھانیں۔۔۔ بھی
 چھوٹی راتیں اور بعض پہ چہرے کے مسراتی جاتی۔

عظمی اور سارا کے جانے سے دلائل کے جرار ایک
 اینڈر ڈالیں آیا تو دونوں ہمیش خوش ہو گئیں۔ عظمی
 سارا آٹھویں اور جرار چارویں بھائی تھے۔ جرار سب
 سے چھوٹا اور ملاؤں تھا۔ جب ہی تو اس کی ضد ہوتی تھی
 تھی۔۔۔ کتا کے خاندان میں باہر شایاں نہیں کی جاتی
 تھی پر جرار نے اس روایت کو توڑا تھا اور کتا کو
 اعتراض بھی نہیں تھا۔ عاتشہ لود احسان نے اس کی
 ضد پوری کر دی تھی۔ سب نے کھیل سے انجیلا کو
 خوش آمدید کہا تھا وہ ان کے خاندان میں خوشگوار اضافہ
 ثابت ہوئی تھی جرار اپنی جیت پہ نازل ہو کر خوش تھا۔

انجیلا کمرے میں آئی تو مکمل مہارت سے اپنے

تاثرات چھپا کر وہ سو گتیں کیا چند سیکنڈ تک وہ وہاں سے
 میں صحتی اسے کو جوتی نگاہوں سے کتنی رہی۔ اس نے
 آہستہ سے بند کے پاس آکر تکیہ لٹھیا اور صبح موڑا تو
 جرار نے اس کے دوپٹے کو گونا محسوس انداز میں اپنی
 طرف کھینچا وہ چلی تو جرار نے عدم ہمتیں کیوں
 دیں۔

وہ ہمیشہ سب کچھ پہلے جیسے بھی تو ہو سکتا ہے جیسے
 کہہ کر کرتی تھیں۔۔۔ "اس کا وہیہ جرار کے ہاتھ میں تھا
 اس نے زور لگا کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔
 سمجھت اور میرا۔۔۔ لیں نہیں ہے۔۔۔ آج کسی اور سے

اور کل کسی اور سے اور پر سوں کسی اور سے۔۔۔ اس
 کے نقطہ پرستہ کر دے تھے۔
 وہم پہلے مل جاتیں تو پیار محبت بھی تم سے
 کر لیتا۔۔۔ وہ ڈھٹائی سے بولا۔
 "مجھے کیا پتا تھا میرے نصیب میں اتنی پیاری ہوئی
 تھی۔۔۔" وہ بولا۔
 "نہیں کہہ سکتے تھے۔۔۔" اس نے کہا۔

سمندر سے طے پیا سے کو طعنہ
 چندوں طرف سمندر ہے اور پینے کو ایک قطرہ
 بھی نہیں۔۔۔ لب اس کی نگاہوں کا انداز شوہرانہ
 استحقاق میں بدل چکا تھا۔

ہمیں تم پہ پورا حق رکھتا ہوں۔۔۔ اس کے لفظ
 بہت بھرپور تھے۔

"اسی کوئی بات نہیں ہے۔"
 "اسی بات کیوں نہیں ہے۔ اس وقت تو کچھ نہیں
 ہوتی تھیں جب میں کہتا تھا کہ ہمیں ہمیشہ کے لئے
 ساتھ لے جاؤں گا۔" تم سے کم اس بات کا انجیلا
 کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ مضطرب سی ہو کر دونوں
 کو قہقہے رہی تھی۔ جرار کو ایک ہار پھر اس پر ترن سا
 چمیل اس نے ابٹ بند کر کے اس کی طرف سے
 کوٹ بدل لی۔

صرف ایک سال پہلے کی ہی تو بات تھی زمین کی پڑی
 سیدھی اور پتی نہ تھی۔ اب اتنے اچھوتہ لہلہ سے
 آگئے۔

انجیلا نے چڑی جانے کی پوری تیاری کر لی تھی۔

کچھ دنوں میں رمضان المبارک بھی شروع ہونے
 دلا تھا۔ اس نے جرار کو کہہ دیا تھا کہ میں اپنی طرف
 جانا چاہتی ہوں وہ کہیں کچھ بول سکتا تھا انجیلا نے
 ویسے بھی اسے صرف تھانہ تجاہات ملتے کی رحمت
 گوارا نہیں کی تھی۔ کیونکہ عاتشہ بیگم نے پہلے ہی
 جرار کو کہہ دیا تھا کہ انجیلا کو پٹھور جلاتے ہوئے پڑی
 چھوڑا۔۔۔ مسودہ سی تھی۔

جرار اور کھڑا اس کی پگڑیاں ملاحظہ کر رہا تھا تیار
 ہو چکی تھی۔
 "نہیں واپس آؤ گی۔"
 اس نے اپنی بے قراری عین نہیں ہونے دی
 تھی۔
 "ہاں نہیں کب تک اس کی۔۔۔ وہ عام سے لہجے میں
 بولا۔

سب سے مل کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جرار پہلے ہی
 ریورس کر کے گیٹ سے باہر نکلی چکا تھا۔ عاتشہ بیگم
 نے اسے اپنا خیال رکھنے کی پر زور ہدایت کی۔ وہ
 آنکھیں بند کیے سیٹ سے ٹیک لگائے اور گردے
 پہ زور لگانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ جانے
 کیوں جتنے دنوں کی یاد نے جرار کا دامن تھا۔ وہ پشیم
 سے میا تو اب پہنچ گئے تھے۔ سڑک کنارے "خون پھیر
 ہوئی" کھد رنگ پورہ آویز میں تھا جس میں اس کی بڑی دل
 آویزی لگا رہا تھا۔

تین ماہ پہلے جب وہ اسے رخصت کرنا کر رہی تھی
 لا رہا تھا تو اسے پھیر ہوئی کے باہر اور کے تھے انجیلا کو
 پڑی سخت پاس لگ رہی تھی۔ سارے رستے وہ سوں
 سوں کرتی آتی تھی۔ شازیبہ بھی کے کتن میں تقریباً
 لکھتے ہوئے اس نے رو دینے والے انداز میں کہا کہ
 مجھے پاس لگ رہی ہے۔ اسلئے ڈرائیونگ سیٹ پہ
 تھا۔ شازیبہ بھی نے جرار کا کندہ حال دیا۔ اس نے پیچھے
 مڑ کر دیکھا تو انہوں نے کہا کہ انجیلا کو پاس لگ رہی
 ہے۔ گاڑی میں رکھی منزل وائر کی چاروں بو میں خلی
 ہو چکی تھیں۔ چڑی سے چلتے ہوئے انہوں نے کوئٹہ
 ڈرائیونگ لور جوس ویو کیا تھاری حد سے زیادہ تھی۔
 منی کا آخری عشرہ تھا۔ سورج آگ پر سارا تھا۔ سب
 تو مزے سے باتیں کر رہے تھے ساتھ کھانسی رہے تھے
 شازیبہ بھی لود عظمی ہلتی نے دو تین بار اس سے بھی
 پوچھا کہ کچھ کھانا چاہیے تو تیار۔

وہ دست خورس تھی پھر اس حال میں کھانے پینے کا
 تصور بھی محال تھا اس نے انکار میں سرکہ حرکت دی۔
 میا تو اب پہنچنے تک اس کا حشر ہو چکا تھا پوچھنے کے

ہوئی۔ گرمی بہت زیادہ تھی اس بار روزے بھی تو شدید گرمیوں میں آئے تھے۔

جگر کا نشان ہوئی تو اس نے فوراً نماز کو ایک نماز کے بعد ترجیح کے ساتھ ایک سیپاہ پر حنا یہ اس کی پرانی عادت تھی کہ رمضان میں وہ پیشہ کرتے تھے کے ساتھ قرآن پڑھتی بھاگی ہس لادان کین سمیٹ چکی تھیں۔ قرآن سے فارغ ہو کر باقی کچھ اس نے کر لیا پھر بڑی دیر کے بعد نیند آئی پر سویرے سر پہ کھڑا تھا گرمی کی وجہ سے جلدی آگے کھل گئی اس کی۔ گرمی بہت زیادہ تھی مگر حیرت انگیز طور پر روزے نے زیادہ تنگ نہیں کیا کیونکہ سر شام ہی بادل اُمنڈ آئے تھے۔

چند روزوں کے گزر چکے تھے جب عائشہ بیگم کا فون آیا کہ "کب گھر آؤ گی؟" اس کا جانے کو بالکل دل نہیں کر رہا تھا اسے میکے آئے ایک ملا ہوئے دن تھا۔ اور یہ دن کیسے گزرے خبر ہی نہیں ہوئی۔ دن کو حیران نگ کیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ شادی سے پہلے والی انبساط ہے۔ یہ حقیقت یہی تھی کہ اب وہ شادی شدہ عورت بن چکی تھی۔

نیکے آنے کے بعد اس نے جوار کے بارے میں بالکل بھی سوچنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لیکن جراتہ مسلسل پیسہ کر رہا تھا ایک قاتر سے آئی مس یو کے پیسے آ رہے تھے وہ جو لب و لہجہ بھی تو کلمہ کی بات کرتی۔ اب جب بد مان چھوٹے جا رہا تھا اسے تو جوار کی ساری باتیں یاد آئے گی تھیں۔

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا سامنا جوار سے ہوا۔ وہ عائشہ بیگم کی گود میں سر رکھ لیتا تھا۔ لی بوی لاؤنگ میں سب بیٹھے تھے اظہار میں آواہانہ بانی تھا۔ جوار سب سے پہلے ہنسنے لگا۔ عاتق سے ملا۔ انبساط عائشہ بیگم کی طرف بڑھی جنہوں نے گگن کر اس کا ہاتھ چوما۔ اریہ و کوش بھی اسے دیکھ کر خوش تھیں۔ شازیہ بھابی کے چہرے پہ خیر مقدمی مسکراہٹ تھی۔

فرار "فرار" سب سے پہلے کے بعد ہٹ کر صوفے پر بیٹھ گئی تو فوراً ہی جوار کی چٹائی کی چٹائی کا احساں ہوا۔ اس نے ایک ٹائپ کے لیے نظر اٹھائی تو فوراً ہی چرائی۔ کیونکہ اس کی آنکھوں میں شہوے اور شکایت کی تحریر آسانی پڑھی جا سکتی تھی۔

لفظاری کے بعد وہ مدین کو سیٹ روم میں لے آئی اور اس کے کپڑے نکل کر دیئے تاکہ وہ فریض ہو جائے کیونکہ روزے کے دوران طوئیں سفر سے وہ خود بھی تھک گیا تھا اور اب آرام کرنا چاہتا تھا کیونکہ صبح واپس بھی جانا تھا۔ کھانے کے بعد سب معمولی قبوے کی فرمائش ہوئی تو وہ کچن میں آکر قبوہ بنانے لگی۔ جوار بھی بسٹیل کھینچا اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ شوق اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا حیرت کی بات تھی کہ اس کے کسی بھی انداز سے غصہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

"کیس ہو؟" اس نے بڑی پانچیت سے پوچھا۔

"ٹھیک ہو۔" وہ عام سے لہجے میں بولی۔

"ہو نہ۔ کل ٹھیک لگ رہی ہو۔" وہ اس کا سر ہلا کر نگاہوں میں جذب کرتے ہوئے بولا تو چینی بولتے اس کے ہاتھ لرزے گئے۔

"میں کل ہی واپس آئی ہوں۔" وہ بخور اس کے چہرے کو چنچ رہا تھا۔ جوار اچھے منہ تھا اور پشاور میں جا رہا تھا۔ یہ ہر ہفتے گھر کا چکر لگ لیتا تھا تو انبساط نے بھی گما کہ وہ اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے کیونکہ وہی اس کا رویہ دیکھ کر جوار نے زندگی کا وہ اس کے ساتھ چل کر رہے گھر والے انبساط خوش تھے وہ بھی چپ تھا ابھی خاصی زندگی و سرب ہو گئی تھی۔ شادی سے پہلے سب کچھ غافل تھا یہ تو بعد میں انکشافات آئے کہ کیا کچھ ہوا ہے پر اس کے بلو جوار پر سکون تھا کہ اس کی اداکاری کر رہا جیسے کہ اس وقت بھی کر رہا تھا۔ ہن میں بے پناہ غصہ تھا جسے اس نے بالکل ترس رہا تھا۔

انبساط نے کہنے کوڑے لہجے میں ملن کی اونٹنیاں ماعتوں میں سماتا تھا اس قسم کے لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی

ہو جاتا ہے۔ سوئے فٹ رہا تھا۔

کیسی دھوم دھام سے شادی ہوئی تھی۔ سب نے ہی اپنے اپنے ارمان نکالے تھے۔ ان کے گھر کی آخری شادی تھی اس لیے احسان عائشہ شادی سب عظمیٰ سارا سب کی ہی خواہش تھی کہ کوئی کمی نہ رہ جائے وہ خود لڑائی لڑتا تھا ایک ایک رسم کو انجوائے کر رہا تھا۔ وہ قبوے کے لیے چائیاں نکل رہی تھی۔ جوار کو پوری شدت سے کچھ یاد آیا تھا۔ کہاں کہاں اس نے جوار کو خواب نہیں دکھائے تھے۔ اسٹول کو ٹھونکنے کر پڑے کرنا عین اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔

یہیں تکمیل دے دو تم میرے ساتھ۔" اس کی آنکھیں شدت غصے سے دھل چکی تھیں۔

"تکمیل تو کب خود اپنے ساتھ رہے ہیں میرا کیا قصور؟" ابوالہجہ رات ہی معصومیت سے بولی۔

"یہ جوائے طمیان سے میرے گھر میں رہ کر نہ بے جا بول رہی ہو تو یہ سراسر میری پہچانی ہے۔ وہ مردانہ احسانات و جذبات مجھ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہذا پھر تمہو کو خواب دکھا کر میری آرزو کو بے جا کر رہی رہی ہو۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ اپنا شوہر زندہ حق وصول کرے۔ اپنی محبت کا غزل و وصل کر لے۔"

انبساط کے کچن کی نو میں اس نے درجہ بے پائی دیکھے پتھر سے سنا ہوئے اور گلابی رخسار سے گئے۔

"کیوں مانتی ہو تا میرا احسان؟" سرکش آنکھیں اس پر جمائے و مند رہے غصے میں تھا۔ وہ کیا جواب دیتی چرا جھکائے اس وقت وہ تختہ بے چینی کا شکار تھی چہرے سے بے اطمینانی اور پریشانی تھی جوار چپ تھا۔ اس کا کندھا ابساط سے ٹکرا رہا تھا۔

اسے نظروں میں دل رہا تھا جیسے کہ وہ اب بے پناہ؟

شازیہ بھابی کچن میں داخل ہوئی تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ تو اسے لگ رہا تھا جیسے عدالت کے کنبے میں گھری ہے۔ انہوں نے شرارتی مسٹر اسٹ سے دونوں کو دیکھا۔

"بھئی یار ازوینا ہو رہے ہیں؟" جوار نے اپنے زندہ رہنے آثارات چھپا لیے وہ سر پائ محبت لگ رہا تھا۔

"اسنے دلہن کی بوری کا حساب کتاب کر رہا تھا۔"

اس کی اور شازیہ بھابی کی بے تکلفی تھی جیسی تو وہ آرام سے کہہ گیا۔ انبساط کو لگ رہا تھا وہ ابھی سوئے گی۔ پرتو نہ چلے ہو رہے تھے۔

"لگتا ہے بڑا کڑا حساب لیا ہے۔" انہیں انبساط کا سرخ چرا نظر آ گیا تھا۔

"بھئی کہاں ابھی تو ابتدا ہے۔" وہ نظریں اس پر فوکس کیے ہوئے تھا۔ شازیہ بھابی کہاں کہاں سکتی تھیں مسکراتی رہیں۔

"بھئی میں قبوہ دے آؤں سب کو۔" اسے بروقت بہانہ سوجھا "میرے اٹھا کر باہر نکلتے ہوئے اس نے خود کو مسخر سے ہنسیا تھا لیکن۔

وہ کافی دیر عائشہ بیگم اور احسان صاحب کے پاس بیٹھی رہی۔ وہ امی ابو اور بھائی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ عشاء کی گھان ہوئی تو وہ نماز کے لیے مسجد میں چلے گئے۔ انہوں نے اب نماز تراویح بھی پڑھ کر آئی۔ آتا تھا۔ جوار بھن کے ساتھ تھا۔ اس نے سکون کی سانس لی تھی۔

سفر اور ذہنی تھکائ کے باعث وہ بے آرام سی تھی۔ نماز کے بعد بستر پر گرتے ہی پریشانی کے ہانچو بند ہو گئی۔

وہ شاداب فرماں سوتی تھی۔

جوار صوفے کے پاس کھڑا خشکیں لگائے ہوں سے محو خواب انبساط کو دیکھ رہا تھا۔ انداز سے لگ رہا تھا وہ گرمی بند میں ہے اس نے آکر اسٹ جا دی تھی وہ تب بھی نہیں جاگی۔ جو اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ ابھی گرمی بند میں تھی۔

"خیر ترخ سوئوئو خبروں کا تمہاری آمد ہوتی ہے میر کی اور میر پناہ۔ اب لبریز ہو چکا ہے۔ بہت برداشت کر لیا ہے تمہارے تو میں آمیز روئے کو میں بھی انسان ہوں۔ تم نے مجھے شوہر کا درجہ دیا ہی نہیں۔ شادی سے پہلے میرے جذبات کے ساتھ مینا رہی ہیں اور بعد میں بھی تم نے میری خاموشی سے مجھے کاٹھ کاٹو سمجھ لیا۔ خیر یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ بہت جلد وار

غلاب اور دونوں کی بھاری مقدار اس کے
معدے میں موجود تھی جو کافی دیر اسی طرح رہی۔
کیونکہ رات کے وقت اس نے یہ فعل سرانجام دیا
تھا۔ منہ کھولا اور منہ کھول کر دیا۔

ان کے ہونے اتنی مشکل سے بھابہ دوڑ کر کے
پولیس واپس کو پیسہ دے کر چٹن چٹن کی دوند یہ تو
سیدھا سیدھا پولیس کیس تھا۔

بائٹل میں ہی ٹانے ہڈیوں فون اور ایک نمبران
دونوں کے حوالے کیا تھا۔ اس نے بات کوئی بھی نہیں
کی تھی۔ کیونکہ ہمارا حالت بہت نازک تھی۔ سرن
فون کھولے تھے۔ نمبر بھی اسی کے پاس تھا۔

ڈاکٹر کی بھرپور کوششیں اور ان سب کی دواؤں
سے ہائی حالت بہت آہستہ آہستہ سمجھ رہی تھی۔ رفتہ
رفتہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔

تب ٹانے ان دونوں سے بھی ایسی بات کی۔
"میں اس شخص کو سزا دینا چاہتی ہوں ایسی کڑی سزا
کہ یہ زندہ بھریا درگھ اس کے لیے مجھے تمہارے
کی مدد چاہیے۔"

"یہی نہ۔" دونوں نے بیسوقت پوچھا۔

"انسانہ تم بہت اچھا ذہنی ہو کونہ شک یور بھی تم
میں۔" پھر جب مانتے والے بندے کو تم آؤ گے
تو اس کی سزا ہو۔ جیسا اس نے ہمارے ساتھ کیا ہے ہم
نے اس کے ساتھ کرنا ہے۔ میں نے اپنی دوست کے
کزن کے ذریعے اس نمبر کی لویشن "ایڈریس اور دیگر
معلومات حاصل کی ہیں اس بندے کی معافی پانچ کزن
کے ساتھ ہو چکی ہے۔ پھر یہ بہت پیار کرتا ہے۔ انہی
مشیت سے میں چاہتی ہوں جس طرح اس نے ہمارے
ٹھکانے اس کی "ٹیکسٹ" کے اس طرح ٹھکانے
مجھے یہ ایک نمبر کا اثبات لگتا ہے۔ تم دونوں ہمارا
لاست ہو اس کی "ٹیکسٹ" کا بدلہ یقیناً تم دونوں بھی لینا
چاہو گے تاکہ پھر اس کو ایسی جرات نہ ہو۔ باقی میں تم
دونوں پہ چھوڑی ہوں۔ امانت تو مردوں پر سے اعتبار ہی
اچھا کیا ہے۔" ٹانہ بہت جذباتی اور دل گرفتہ لگ رہی
تھی۔ انسانہ فطرتی طور پہ بہت رحمتیں بھی کسی کا کیا

دیکھا نہیں جانتا تھا۔۔۔ کوئلے کے روئے دیکھ کر خود
بھی مدبڑی۔ پھر یہاں تو بات ہمارا اس کی بسن ٹانگی
تھی۔ اس وقت بھی ٹانہ اس طرح دھڑکتا دیکھ کر اس کا
دل خود بھی دھڑک سے بھر گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کیا
کچھ کڑا لے گا کہ لٹا لٹنے والا کلام آیا تھا۔

اس نے بڑے آہستہ سے ان کی بات سنانی تھی۔
ساتھ سے اس وقت توہاں میں ہمارا مذاق تھی محمد جب
وہاں سے ہٹی تو وہ اسے سمجھانے لگی۔

"تم نے کیوں ان کی بات سنی ہے۔ یہ خود بھی اس
لڑکے کو سزا دے سکتی ہے۔ خود بھی سب سمجھ کر سکتی
ہے۔ تم ہی کیوں۔ پھر آج کل کا زمانہ کسی پہ اعتبار
کرنے کا نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہی کے چکر میں پھنس
چو اور اپنی آستیں گلے پر جائیں۔ وہ لڑکا ہے ہی فکری
ایسا نہ ہو نہیں بھی کوئی "ٹیکسٹ" پھنسا دے۔"

"ارے ایسا کچھ نہیں ہو گا تم خدا بخواد رہی ہو۔
میں کوئی سیلہ سل کی لڑکی نہیں ہو سب جانتی ہوں۔
اچھا ہر سب جانتے ہیں۔" اس نے خود بہت اعتبار تھا
اور سارے ذہنی تھی۔ انسانہ فطرت کی بدولت پرورش
تھی۔

پہلی بار انسانہ نے جب اس لڑکے کے نمبر پر کلن
کی تو وہ نمبر آف تھا۔ تین دن لگا کر ٹانہ کرتی رہی۔
چوتھے دن کو ہر مقصود باقیہ آئی گیا۔ اس کی کلن ریج
کھلی گئی۔

"اسلام علیکم۔" دوسری طرف سے ہلو کے جواب
میں اس نے سلام کیا۔
"جی فرمائیے آپ کون؟"
"میں کا نمبر کیوں تک تھا میں تم بن سے کلن
کر رہی ہوں۔"

"مختصر یہ آپ کو طرف تو کر لائے اور مجھے کون کیوں
کرتی رہیں آپ۔" دوسری طرف پتھر تھا۔

"میں پتھر کی اتنی جلدی کیوں ہے؟" اس نے
کچھ نہ لکھی دیکھا۔ اچانک دوسری طرف سے فون
کھٹاک سے بند ہو گیا۔

"پریشانی سے فون کو دیکھتی رہ گئی۔ لڑکے کے

دھارے میں جو معلومات اسے ملنے لگی تھیں اس کے
مطابق تو لڑکا لڑکیوں کا رونا تھا تو اس نے ہی جی جان
سے ناشق ہو جانا تھا۔ اس نے تو فون ہی بند کر دیا تھا
اپنی پریشانی اس نے سارے شہر کی تو دکانوں سے اچکا
کر رہی۔

"مٹی والا اس سارے قصے میں فٹنوں میں تم لپٹا
خون جھار رہی ہو۔" ساتھ لپٹا پھر پھینکا لیکن انسانہ ٹانہ
سے بند کر چکی تھی کہ ان کی ضرورت کرے گی سو
اپنے دندے سے کیسے کھڑی سارے کو اس پر رحم سا کیا
تھا۔ اس نے بھی انسانہ کی وجہ سے اس لڑکے کو کلن کی
لیکن اس نے بات نہیں کی تو وہ جھنجھلا سی گئی۔ اس
سب قصہ آ رہا تھا ہمارا، جون پھوٹ تھی بھی یہی کافی تھا
لیکن ٹانہ نے کیوں اسے طول دیتے تھے۔ ہلکی ہوئی تھی۔

خود دانا ہو چکا تھے انسانہ کو لگا کر کلن کرتے
ہوئے لیکن وہ لڑکا بات نہیں کرتا تھا اس کا نمبر دیکھتے
ہوئے وہ کتنے رہے ہوئے نہ کرتا تھا پھر نمبر بڑی کر دیا
تو اسے بھی سمجھ گئی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے اس کو سیدھا
کر کے رہے گی۔

پہلا آخر ایک دن اس نے پیارو بھرا مسج پاپ
کر کے بھیجا تو اس کا کلن نرم پڑ گیا اور اس کی کلن آگئی۔
انسانہ نے کہا تھا وہ دنیا میں ان کی ہے کھروالوں سے دور
ایک رشتہ دار کے گھر ہے جن کا رویہ اس کے ساتھ
اچھا نہیں ہے۔ بہت اچھا اٹھل کرتی ہے خود کو۔

کیونکہ اس کی کھروالوں کے ساتھ جتنی نہیں ہے نہ
ہی اسے کوئی حشر میں پسند کرتا ہے۔ وہ کتنی خود کو
کر لے گی۔ بس اسے اور فون باتیں اس نے کی تھیں جن
کی وجہ سے اس لڑکے کے انداز میں اس کے لیے
بہر روزی تھی۔

وہ اس بات کو سمجھا اپنے بارے میں اس نے بتایا
تھا کہ وہ دو بھائی اور دو بی بی ہیں۔ بھائی اور بی بی
شادی شدہ ہیں وہ گھر میں سب سے چھوٹا ہے
نور پشورہ ہاٹل میں رہ رہا ہے۔ انجینئرنگ لائسنس لایٹر کا
اسٹوڈنٹ ہے اور چشمہ کا رہنے والا ہے اس نے
انسانہ سے کہا تھا کہ اگر آپ کو کسی قسم کی مدد کی

ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیے۔
انسانہ نے نوٹ کیا تھا کہ وہ بات بہت کم کرتا تھا
وہی کلن کرتی لیکن وہ دعا سلام کے بعد کسی نہ کسی
برائے سے جان چھڑا لیتا۔

اس کا ذکر اس نے ٹانہ سے کیا تو اس نے کہا کہ وہ
فٹنوں میں اپنی ویلہ بڑھانے کے لیے یہ سب کر رہا ہے
تاکہ اس کا اسپرٹن اچھا پڑے۔ تم پہ ورنہ ہمارے ذریعے
تمہیں اس کے بارے میں بتائی ہو گا۔ ان کی بات
میں وزن تھا سو وہ خاموش ہو گئی تھی۔

تین دن
"میں نے کبھی کسی سے محبت کی؟" آج انسانہ
نے اپنے تئیں بڑا چھٹا ہوا سوال کیا تھا جو سب میں
وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔

"میری بات آپ کو پڑی تھی؟" محترمہ۔ لیکن
حقیقت یہی ہے کہ آج کی عورت نے خود کو بڑا ذی ویلہ
کر لیا ہے۔ اپنی قدر و قیمت کا احساس اس کے دل سے
مٹ چکا ہے۔ میں کسی سٹلی عورت سے محبت کا سوچ
بھی نہیں سکتی لیکن میں محبت ہی بخارت مخلوق
ہوں جس دن مجھے کسی سے محبت ہوگی اس دن
میں اپنے کھروالوں کو تلووں گا اور ہر عزت طریقے سے
اس لڑکی کو اپناؤں گا۔" جواب میں اس کا لہجہ سنا بھی
تھا اور سخت تھی۔ انسانہ کو اپنی توہین سی محسوس ہوئی۔
یہ باتیں وہ شخص کر رہا تھا جس کے نزدیک لڑکیاں بس
نامہ اس کا ذریعہ تھیں۔ تھلاؤں اور منافی شخص تھا وہ خیر
اس کا علل بھی وہ کر لے گی اس کی پرواز عقل بہت
بلند تھی۔

تین دن

جرار ہوئے تاسف سے غمی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ آج
کل ایک اور لڑکی کی محبت میں جلا ہو چکا تھا۔ تین دن
محبت کر رہا اس کا مشغلہ تھا حالانکہ اس کی بات بچپن
سے ہی اپنی خندہ زار سے ملے تھی۔ پھر بھی اسے لڑکھڑ
منہ دے سے باز نہیں آتا تھا۔
وہ بند رہی۔ غلاب کے ایک چھوٹے سے شہر جو ہر

آپ بول کر پہنچا، اچھا۔ ہاشم میں عدوئوں کو ایک ہی روہم بنا
تھل سولا سٹیج ہوئی چلی گئی۔ اس کے سامنے ہی تو سخی
شرکین کو اس نے اپنی اوپو گما تھا۔ اہا کے بعد پورا اتنی
پور لب ارم تھی۔ اہا کے بارے میں اس نے ہنس ہنس
کر بتایا تھا۔

”گوہت گراؤں تمہاری بھی۔“

کہ پتھر پہ سے رابطہ رکھیے۔ مگر چراغ نے وہ پتھر ہند
کر دیا "اے پتھر پہلے اس نے کہہ دیا تھا کہ میں "یہ پتھر ہند
کے لئے ہے۔" اس نے کہا "میں نے کہا تھا کہ میں "یہ پتھر ہند

جب بھی بہت کرتی تو یہی پوچھت کرتی۔ اس کے پاس
معلومات کا خزانہ تھا جو وہ تو لے تو لے اس تک بھی
نظر کرنے کا کوشش کرتا۔

باہوں جرار احسان و رانی کہ مجھے پورے ہوش و
حواس سمیت آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ خداوند سے
آپ سے بھنا ہوا ہوں کہ شاید یہ میری غلط فہمی ہو
مگر مجھے ادا رکھنا ہو گیا ہے کہ یہ میری غلط فہمی نہیں
ہے مجھے واقعی محبت ہو گئی ہے۔ میں آپ سے ہار گیا
ہوں۔ مجھے کچھ بھی محبت ہو گئی ہے۔ میں سے کتنا درد
تھیں نور سچائی تھی اس کے لیے میں۔ میں سے بھی
نہیں شک رہا تھا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ بالکل
یوں لگ رہا تھا کہ یہ لہذا واقعی اس کی زبان سے پہلی بار
ادا ہو رہے ہیں۔ دھلے دھلے گھرے اور تقرے
لنگھ۔

انسان خاموش سی ہو گئی۔ اس نے مجھ سے تو اس نے
سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ کیا بھی کہہ سکتا ہے۔ یہ تو کچھ چور
بائے زائد ہوتے تھے۔ اس دوران میں نے ہمیشہ چوت
چھڑانے والے انداز میں ہی بات کی تھی۔ پھر اس کے
دونوں پہ ایک نئی سکرپٹ آئی۔ وہ اب اپنے
اصل کی طرف منت رہا تھا۔ وہ یہ بات بالکل فراموش
کر چکی تھی کہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار وہ بھی اس سے
کر چکی ہے۔

تاہم نور نے سے فی نفس اس کی بات نہیں ہو رہی
تھی۔ یہ تو کچھ شادی کی شادی ہو گئی تھی اور وہ لائق و والا
جنون بھی اس کے ذہن بدل سے اثر کیا تھا۔ وہ اپنی نئی
زندگی میں شادی تھی۔ جبکہ وہ اپنے کی طرف خاموش
رہنے لگی تھی۔

جرار بہت تیزی سے قریب آنے کی کوشش کر رہا
تھا۔ چونکہ اس کا فاصلہ مسلسل بڑھتا رہا تھا۔ اس لیے گھر
میں اس کی شادی کی باتیں بڑی بڑی زبان میں گردش
کر رہی تھیں۔ چندی میں احسان صاحب کے کوئی
پرانے دوست رہتے تھے۔ وہ چندی ایک بھم کے سینے
میں گئے تو ان سے پرسوں بعد ملاقات ہوئی۔ وہ احسان
صاحب کو گھر لے گئے۔ ان کی فیملی سے مل کر وہ بہت
خوش ہوئے۔ ان کا سب سے چھوٹا بیٹی احسان

صاحب کو بہت پسند آئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے دل
نے خواہش کی تھی کہ یہ — نیزہ دار اور شاکستہ سی
لڑکی ان کے جرار کی دہن میں جائے۔ اس خواہش کا
اظہار انہوں نے شریک حیات سے بھی کر دیا۔ انہیں
بھلا کیا؟ اعتراض ہو سکتا تھا۔ بھلانے سے وہ عائدہ لور
شازیہ کو دوبارہ ان کے گھر لے آئے۔ وہ بھی خوش
ہوئیں۔ یہ تو کچھ لڑکی انہیں بھی پسند آئی تھی۔

اب مسئلہ جرار کا تھا کہ اسے بھی شریک پسند آجاتی۔
ویک لینڈ پہ گھر آیا تو وہاں نے گھیر لیا اور بتایا کہ وہ لڑکی
دیکھ آئے ہیں۔ وہ بہت اچھا ہوا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں
آ رہا تھا۔ دل بدل گیا تھا۔ جگہ جاری تھی۔ اس نے کہہ
دیا کہ وہ خاندان میں برسرِ شادی نہیں کرے۔ گلہ ممانے
کہہ دیا کہ لڑکی خاندان کی نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا
کہ لڑکی اسے بھی ایک پسند ہے۔ ممانا باریا پوچھتی
رہیں کہ کن ہے بتاؤ؟ جواب دیا کہ وہ کچھ نہیں پوچھ سکتی
اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ لڑکی انہیں دہا کے دوست
کی بیٹی کو بھول جائیں۔ بھائی تو روز ہی چھیڑیں کہ
جیسے بھی محبت ہوئی تھی۔ وہ جواب دیا کہ مسکرا دیں
لیکن اندر سے وہ خود بھی پریشان تھا۔ انسان خاموش
کی۔ اور وہ دیر سے دیر سے چپ رہا تھا۔ اس کی توجہ
پر چلائی سے کہی ہوئی تھی۔

اس نے تنگ آکر انہیں سے کہہ دیا کہ وہ اس سے
شادی نہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے خیر و خیر
مکمل ہو کر بہت نہیں تھی۔

"انسان میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ مجھے
جب محبت ہوئی تو میں اپنے والدین کو بتاؤں گا اور اس
لڑکی کو اپنا دل کا اپنی عزت بیٹوں تک۔"

"لیکن آپ کی تو محبت ہو چکی ہے۔"
"اے بیٹا تمہیں تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہوئی ہے؟"
میری کوئی محبت نہیں ہوئی ہے۔ میں یہ ضرور ہے کہ
ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادیوں میں نہیں کی جاتی
لیکن یہ کوئی نئے شدہ اصول یا فارمولہ نہیں ہے میں
نے ضرور ان کو کہہ دیا ہے کہ میں نے لڑکی پسند کر لی
ہے۔ مجھے یہ تو کہ میں کب ان کو گھر لے آؤں۔"

پہلی تو اس کے ایک ایک انداز سے عیاں تھی۔ اب
انسان نے نہایت لور لیا تھا۔ اب وہ انسان فاروق
نہیں، بلکہ وہ انسان تھا۔ جو کچھ انہوں میں حصہ لے
کر انہیں حاصل کرتی آئی تھی۔ جرار کو وہ خوابوں کی درہ
مگر یہ کتنے آگے لے آئی تھی۔

"ہمارے ہاں دلہن گھر کا سلا ہوا ہو سی سوٹ پہنتی
ہے۔ یہ بھی ریڈ کٹر کا گونا گونا ہو اور میک اپ بھی گھر کی
عورتیں کرتی ہیں۔ دلہن کا سر میں تیل بھی لگاتے ہیں۔
ناک دہن کا روپ جگہ گئے گور دہا کو ریڈ کٹر کی دعوتی
پہنا رہی ہے۔ جو کہ دلہن کے لیے ہی خریدتے ہیں۔ آپ
سب بہن لیں گے؟" جرار اس کے خاندان کی
شادی کی باتیں سن کر پریشان تھا۔

"بیلو میں دعوتی پہن لوں گا لیکن جب تم میرے
گھر آؤ گی تو وہیں وہ وہ لڑکی جو میری ممانا رہا تھی
پسند کریں گی۔ تم اپنے خاندان کی شادی کی رسمیں
ضرور پوری کرو۔ لیکن میرے ہاں اگر تم کو وہی کرنا ہو گا
جو میں چاہوں گا۔"

"پلیس آپ کے ہاں اگر میں وہی کروں گی جو آپ
کی مرضی ہوگی۔" جرار اس ادا پہ غار ہی تو ہو گیا۔
مستقبل کے نئے سارے خواب اس نے دیکھ ڈالے
تھے۔ وہ یہ تھا کہ وہ انسان اور انسان کا باریک بینی سے
اس نے کہا تھا کہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد
شادی کر لیاں گی لیکن وہ تو گناہ تھا۔

"میں میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا میرے پاس اگر
بڑھ لیتا میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہیں تنگ بھی نہیں
کر دوں گا۔" دن بہ دن اس کی محبت کی شدت میں
بمخافہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ انسان کو تنگ رہا تھا کہ اب یہ
کھیل اس کی ہواشت سے باہر ہو رہا تھا۔ جرار کی
چھ سیریس ہو گیا تھا اور اپنے گھر میں بھی ذکر کر رہا تھا۔
انسان نے اپنے بارے میں کچھ بتایا تھا اس کا خیال تھا
کہ چونکہ وہ ایک نیک متعدد کے لیے ذمہ دار ہے
اس لیے اسے سونے کی ضرورت نہیں ہے۔

ادھر فاروق صاحب نے ان کی ساری فیملی کی
دعوت کی تھی۔ اچانک ہی عین وقت یہ احسان

صاحب کو مہمانی ایک فونک میں چار گریز فونکوں نے
جرار کو کہا کہ فاروق صاحب کو فونک کر کے محضرت
کر لے کہ وہ آج نہیں آسکتے۔ جرار نے غصے سے کر
کل کر دی۔ وہ سری طرف سے جو تواز آ رہی تھی جرار
کے لیے سو فیصد جانی پہنچی تھی۔ انسان لینڈ لائن نمبر
جرار کی توازن کر رہا تھا۔ اس نے تو یہ نمبر جرار کو
نہیں دیا تھا۔

"دیکھی ہو انسان صاحب۔" جرار خوش گوار حیرت
سے دوچار تھا لیکن وہ بہت پریشان تھی۔ سو فیصد یہی
فاروق صاحب کی بیٹی تھی جو بیٹا نے اس کے لیے پسند
کی تھی۔

اس نے ضرور ان کو کہا کہ وہ فاروق بھنگ کی بیٹی کو
خود کھنچا رہا ہے۔ بھلا کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟
انسان خوش تھے۔ چنانچہ احسان صاحب، ناٹش
شازیہ، شادی اور جرار کے ہمراہ فاروق صاحب کے
گھر پہنچے آئے انہوں نے اپنے آپ کا ہمدردی سے
چاہا تھا۔

چنانچہ انسان نے بھی اگر سب کو سلام کیا۔ جرار
دل و جان سے متوجہ تھا جب اس نے اگر سلام کیا تو
اسی وقت اس کا شک یقین میں بدل گیا کہ انسان ہی
اس کی جین جلیں ہے۔ سو فیصد وہی آواز تھی۔ اس
نے بڑی گہری نظر سے انسان کا جائزہ لیا تھا۔ اندر
ہی اندر وہ جزیرہ ہو رہی تھی۔ مسلمان کی آمد کا متعدد
اسے بھی معلوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کا غور ہو رہا
عام اور فطری کی بات تھی۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔
بیشک کی پراختیا انسان کی تھیلیاں اپنے سے بھیک لگی
تھیں۔ جب وہ اس کے آگے چائے کا پ رکھ رہی
تھی تو اس نے بڑے ہی انداز میں پوچھا۔

"دیکھی ہیں آپ انسان صاحب۔" میں سر دھو چوک
گئی تھی۔ ایسا تنگ رہا تھا یہ توازن پہلے بھی سن چکی ہے
اونچا سا باریک نظر جرار سب کو ہی اچھا لگا تھا۔ نور اس
نے بھی انہی کے گھر میں ہی بیٹھ کر اشارے سے اپنی
پسندیدگی کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ پہلی اس نے
واپسی پہ بتایا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو اسے پسند ہے۔

لیکن اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اسے ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے جانتا ہوں۔ اسے یہ کہنے میں انجیلا کی توہین محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا تھا کہ انجیلا کو اس نے پونیورسٹی میں دیکھا تھا، میرے دوست کی سسر کے ساتھ پڑھتی ہے، لیکن اسے یہ نہیں بتا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ نہ ہی یہ میرے بارے میں کچھ جانتی ہے۔ اس کا یہ سب کتنا ایک طرح سے عجیب تھا کیونکہ اس جبار کو وہ واقعی نہیں جانتی تھی۔ اس نے اس طرح اپنی پسندیدگی بھی ظاہر کر دی تھی اور انجیلا کے کردار پر تعجب بھی نہیں آنے لگی تھی۔

ہلکی جلدی میں مثنیٰ کا فیصلہ کیا۔ انجیلا سے اس رشتے کے بارے میں رائے لی گئی۔ اسے بھلا کیا بہتر اصرار ہو سکتا تھا۔ شادی نہیں نہ میں تو ہوں ہی تھی لیکن سنا اس کا کسی کے ساتھ محبت کا چکر تھا یا وہ کسی کو پسند کرتی تھی جو انکار کرتی۔ بیسے بھی گھر والوں کو ان کا اور اس کی تعلیم پسند تھی۔ ذرا بھائی سب خوش تھے اس نے سب کی رضامندی پر سر جھکا دیا۔

مثنیٰ قدرے سلاخی سے ہی ہوئی۔ مثنیٰ کے بعد پہلی بار جبار نے خود فون کیا کیونکہ جب سے اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی اس نے بت کرنی چھوڑ دی تھی۔

شادی کا شور مچا دیا۔ بیسے بھی انجیلا شرمگاہ کرتی ہی اسے بہت اچھی چاہنے لگی تھی۔

شادی کی تیاریاں شروع تھیں، بیس نے پرانی حیثیت میں انجیلا کو دیوانہ فون کیا۔ لیکن اس نے بات نہیں کی۔ پھر بیس نے وہ نمبر ہی بند کر دیا۔ کیونکہ وہ سن کر جانتی تھی کہ اس کی زندگی بھر سب بوسہ بھی اس بات پر بھروسہ نہیں لگتی تھی۔ خود اس کے دل پہ لگا زخم مند ٹل چکا تھا۔ وہ انجیلا سے اپنی آئندہ زندگی کی بہتری کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ برائے نمبر کو بند ہی کر دیا جائے۔ ویسے بھی جبار کی توانا سنتے ہی

پچھتوے اس کا چہرہ کھلنے لگے تھے۔

شادی پر ایک دو مہینے ہوئے۔ وہ رخصت ہو کر جبار کے گھر آئی۔ رات گئے دو گھنٹے میں اس کے پاس تشریف لائے۔

"میں تو سوچ رہا تھا کہ گولڈنولڈ سوٹ دیکھنے کو ملے گا جو آپ کے خاندان کی بڑی بیانی عورتیں خود سلاخی کرتی ہیں اور آپ نے ہال میں تل بھی لگایا ہوگا لیکن یہاں تو بڑا زبردست سارینڈ بلڈ فلر کالنگ دیکھنے کو مل رہا ہے اور باجوں میں تل بھی نہیں۔ اور تو اور آپ کو رات میں ہی دیکھنے کا موقع مل گیا ہے۔"

جبار کا لہجہ بہت شرارتی تھا۔ انجیلا جھکے سر اور بند لڑائی چالوں سمیت سامنے بیٹھی تھی۔ جبار کے نام اور دوسری بہت سی حیرت انگیز مماثلت کی وجہ سے انجیلا کو شک تو پہلے بھی تھا۔ دن وہاں میں کوئی چیز ٹھنکس بھی نہیں اور ابھی اس کی آواز سن کر سب خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔ یہ باتیں جو اس نے مذاق پر اترائیں تھیں جبار کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس نے ولسمانہ کی پروا کیے بغیر آنکھیں پٹ سے کھول دیں۔

اتنے بڑا شاگڑا تھا میں نے مہینے آندوس نے ہاتھوں کا راس نہ دیکھ لیا تھا۔ پھر جو بچکین ہی بندھ گئیں اس کا رونا ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ جبار پریشان سا ہو گیا۔ وہ مسکرا کر دہرائی تھی۔ کسی طبع چپ ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

"پلیز انجیلا بتاؤ سہی ہوا کیا ہے۔ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے۔ تمہارے تم شک لگی ہو پلیز آرام کرو۔ یہ دودھ پالنے والی لڑکی ہو جاؤ شالائش۔" اس کی خاموشی سے جبار نے غور ہی کیا کہ وہ کتنا عجیب ہے اور مری کی وجہ سے اس کی طبیعت خراب ہوئی ہے۔ لیکن اتنی جی باتیں اس کے ذہن میں آتی تھیں لیکن ان میں کسی بھی مثنیٰ خیال کی

تیزش نہیں تھی۔

انجیلا کی وجہ سے جبار نے رات سوئے جاتے مزاری تھی۔ صبح کسی حد تک وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

اس کے بعد جبار نے اس کے روتے پر حیرت انگیز تبدیلیاں نوٹ کیں۔ رات کو اس کی کوشش ہوئی کہ جب جبار سو جائے تب کمرے میں جائے۔ وہ اوپر نوچر کے پناؤ پر کاموں میں لگی رہتی، حالانکہ گھر میں ملازم موجود تھے۔ شادی کے شروع کے دن جبار چاہتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارے۔ لیکن وہ چلتی پھرتی۔ یوں لگتا جیسا کہ قہر اسے پسند نہیں۔ وہ پاس ہوتا تو سہی اور تھیر لگی ہوئی لگتی۔

شروع میں جبار سہلے خیالات میں تھیں تھا لیکن آہستہ آہستہ انجیلا کی بے زاری اس پر واضح ہونے لگی۔ جبار غالب کرتا تو وہ جواب دیتی۔ خود سے وہ اتنے کم ہی بلاتی۔ پہلے وہ یہی سمجھتا رہا کہ انجیلا نے باجوں اور رشتے لوگوں میں لید جیسٹ کرنے کی کوشش کی وجہ سے اس سے ہٹ کر رہنا چاہتا ہے۔ انجیلا نے کہا تھا میں تعلیم مکمل کیے بغیر شادی نہیں کروں گی میں مسرپ ہو جاؤں گی آپ کی بہت سی ذمہ داریاں ہوں گی اور میرے بہت سے فرائض ہوں گے آپ کی خواہش ہوئی کہ میں ہر وقت آپ کے پاس رہوں لیکن بہتری کے لیے چلی تریں ہوں گی۔ اس کے بعد ہی میں آپ کے بارے میں سوچوں گی اب تو اس کے ذہن میں یہ خیال رہا ہو چکا تھا کہ انجیلا دوران تعلیم اس کے شادی کر لینے کی وجہ سے کچھ آخری اور ناراضی ہی ہے۔ تب ہی وہ اسے سیدھے منہ بہت نہیں کرتی ہے۔

اس خیال کا اتنا تھا کہ اس نے اپنی خود ہی بہت سی پندیاں خود ہی لگوا کر کیں۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ جب تک انجیلا کے قافلے مسٹر سے فارغ نہیں ہو جائے تب تک وہ اسے پریشان نہیں کرے گا۔

یہ اپنے شوہر کے حقیقی کے سہنے میں اس پر کوئی دباؤ ڈالے گا۔ یہ عہد بہت سخت تھا لیکن اس نے بھاننے کی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا کیونکہ اسے انجیلا سے کچھ کی محبت تھی۔ اس نے انجیلا سے کہہ بھی دیا تھا کہ تم پریشان مت ہو میں اب تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کا موڈ آف ہی رہا۔ اسے تو گویا جبار کی پروا ہی نہیں تھی۔ رات وہ نکیہ اٹھا کر صوفے پر چلی جاتی۔ پچھلیوں میں سب رشتہ دار جمع ہوئے۔ لیکن کسی سرگرمی میں اس نے حصہ نہیں لیا۔ وہ بیٹھ کر دیکھتی رہتی۔ تا پسندیدگی اس کے چہرے کے اثرات اور آنکھوں سے چھلکے ہوئے۔

وہ اب بھی خوش نہیں تھی۔ بیسے ہی تو جبار کی فون کاٹری رہیو کرنا چھوڑ دی۔ بیس کا جواب دینا دوا اس کی شہین کے خلاف تھا۔ وہ اس رویے کا سبب جانتا چاہتا تھا۔ اسے تو کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ ایک ہندو اور البور کا نام ضرور اس کے لبوں پہ آیا تھا۔ لیکن جبار نے توجہ نہیں دی تھی۔

لیکن آج رات اس نے اس سے پناؤ بہت سوچا اور بار بار سوچا۔ ایک ایک دن اس کی یادداشت میں تھا۔ بیس کے صبر کا یہ نہ اب چھٹنے کو تھا۔ انجیلا سوچتی تھی ذرا نہ وہ پوچھ کر رہتا۔

لازم کی زوردار آواز سے انجیلا کے ساتھ ساتھ جبار کی بھی آنکھ کھل گئی۔ انجیلا نے فوراً لازم مہر کیا اور جوتے پہن کر بیٹھ شالوں پہ ڈالنے لگی۔ بیس نے اس کی ہلکی سی آواز سے اسے دیکھا۔ اس نے غور سے بیس کی طرف دیکھا۔ وہ آگاہی سے ہی تھی۔ انجیلا نے بیس کی تیاری میں اس کی مدد کرنا شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ خود ہی سب سے بے زار ہو کر بائیں ہاتھ میں جمع ہونے لگی۔ لیکن اتنا جبار نہیں اٹھا۔ انکس نے تیسری بار انجیلا سے کہا کہ جبار جبار کو اتنا دھکی دو وقت کم نہ لیا ہے۔ پہلے دوبار اس نے سنی ان سنی کر دی تھی

لیکن اب اگر انکھوں کو تیریز میں شمار ہوتا۔
جرار سینے کے بل لیٹا ہوا تھا۔ جلنے لگا۔ سو رہا تھا کہ
جاگ رہا تھا۔ اس کا دل دھڑا کی طرف تھا۔ انبساط نے
لا تھیں پار آؤں تو دل میں سو کر سیدھا ہو گیا۔ پہلے
سے جاگ رہا تھا اس کی سمجھ سمجھ سے آنکھیں شب
بے داری کی چٹکی کھانسی تھیں۔ انبساط کو خوف سا آگیا۔
"آئیں سحری کر لیں تا تم کم ہے۔" وہ دروازے
سے کھڑے کھڑے ہی اٹھ اٹھ کر پلٹ گئی۔ جرار
بہت سہا گیا۔
"انبساط بیگم تمہارے سارے کس میں نہ لگے تو
میرا ہر بھی جرار نہیں۔" وہ دانت پیٹتا ڈانٹتے ہوئے
تک آگیا۔ انبساط کو نے دلی میز پر شاز یہ بٹھا بھیجے کے
ساتھ جینے تھی۔ جرار کو کھانے کا ذرا بھی دلی نہیں
تھا۔ اس نے دروازے میں طالعہ افزا کا ایک گلاس پال اور
پھر ایک پالہ شیشے دای کا کھلیا۔ مٹا کستی رہیں کہ آواز
سازن بنا ہے تمہاری پسند کا تھوڑا سا چپاتی کے ساتھ
کھانا۔ مگر بس نے نفی میں سر ہلایا۔
رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ اسے
بشور واپس جانا تھا۔ اب چند رات تو ہی دانی ہوئی
تھی۔ لیکن جانے سے پہلے وہ انبساط سے باز پرس کرنا
چاہتا تھا۔ اس کے کون میں موجود شہادت دین بدین زبور
پکڑتے جا رہے تھے۔ اتنے ادا ہوں تو در پند سے اس
نے شادی کی تھی۔ بن دیکھے محبت کی تھی۔ ہی کی
طرح کبھی کسی سے فکر نہ کرنے کا خیال ہی نہیں آیا
تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے انبساط سے
محبت ہو جائے گی کیونکہ شروع میں وہ بات بھی نہیں
کرتا تھا۔ مٹی سے ہوائی بابت سن کر اسے ان
بے وقت لڑکیوں پر السوس ہوا تھا۔ لیکن انبساط نے اپنی
جگہ بنائی تھی۔ اب جلنے کیل اسے شک سا تھا کہ
جیسے انبساط ہوا اور غی کے دم میں ان کی ہر دلی رہا
ہے۔ کیونکہ شہر میں انبساط بدلے اور انتقام کی
باتیں بھی کرتی تھی۔ جنہیں اس نے خاص اہمیت
نہیں دی تھی۔
انبساط کے اس رویے کے پس منظر میں کوئی نہ

کوئی سختی ضرور تھی۔ ورنہ فون والی انبساط اور اس
انبساط میں کوئی نہ کوئی رعب ضرور ہوتا۔ مگر اب اور تب
میں نشن و آہن کا فرق تھا۔۔۔ محبت کرنے والی
چہن شاد کرنے کی باتیں کرنے والی انبساط جلنے کہاں
کھو جاتی تھی؟

حسب معمول وہ کافی لٹ سونے کے ارادے سے
آئی تو جرار خلاف توقع جاگ رہا تھا۔ رشت بھی جلی
پڑی تھی۔ وہ تکیہ اٹھا کر جو نمی صوفے کی طرف جانے
لگی جرار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"میرے پاس ہی بیٹھو۔" مگر رشت کے پردے میں
کے لیے میں نرمی تھی۔ اسے کوشش کے باوجود ہنگام
کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس نے خاموشی سے ہاتھیں اوپر
کر لیں تو جرار نے بازو چھوڑ دیا۔ کچھ دیر وہ خاموش
رہا جیسے لفظا و صوفہ رہا ہو۔
"انبساط تمہیں میرے گھر والوں سے کوئی شکایت
یا میری ذات سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ۔" جیسے کسی
بچے قسم کی کوئی تکلیف ہے تو بتاؤ۔ میں جگ کہہ رہا ہوں
کہ۔۔۔ کوئی بھی برا بھلا ہے تو میں اسے دود کرنے کی
کوشش کروں گا۔ مجھے صرف ایک ہمارا ہے۔
میں نے تم سے باقاعدہ شادی سے پہلے کھول لوگوں کی
موجودگی میں ہی بنا کر لایا ہوں۔ کوئی کھیل نہیں کھیلا
ہے تمہارے ساتھ میں سوچ سوچ کر پریشان رہتا ہوں
کہ تمہارے اس گرینڈا میں سے کا سب کیا ہے۔ آج میں
بات کہہ رہا ہوں کل اور بھی کہنے نکلیں گے۔ اور مجھے
اس قسم کی ذہین گوارا نہیں ہے۔ جو بات تمہارے دل
میں ہے کہہ دو میں اقرار کر رہا ہوں اور اگر تمہاری
شکایت جائز ہوئی تو میں اسے دور کرنے کی ہر ممکن
کوشش کروں گا یہ میرا وعدہ ہے اور اتنا تو تمہیں پتا ہی
ہو گا کہ میں جو وعدہ کرتا ہوں اسے پورا کر کے رہتا
ہوں۔"
وہ بول رہا تھا اور انبساط خاموشی سے سن رہی تھی۔
"پلیز اب بولو بھی۔"

جرار نے اس کا سر ہلاتا تو ایک دم جیسے کسی خواب
سے جاگنے۔
وہ پھر کتنی جلدی تھی جو کچھ ہمارا اور شادی کی زبانی اسے پتا تھا
سب کچھ بولتی بیٹائی تھی۔
جرار نے اس دوران اسے ایک بار بھی نہیں ٹوکا نہ
یوانہ اپنی صفائی پیش کی۔ خاموشی سے انزلیات کی
لو چھاڑ دیا داشت کرتا رہا۔ بہت دیر بعد وہ تھک ہار کر
خاموش ہوئی تب وہ بولا۔
"تم نے کچھ اور تو نہیں کہا؟"
جواب اس کا سر نفی میں ہلا تو جرار اس نے بات شروع
کی۔
"انبساط میں کوئی قسم نہیں کھاؤں گا بس یہی کہوں
گا تمہیں غلط نہیں ہوئی ہے تم نے اپنی دوست بہت
پر جھکا کہ اس لڑکے کا دم کیا تھا تم نے بتایا کہ اس لڑکے
کی ہمت تھی اپنے خاندان میں ہو چکی تھی۔ اور لڑکے کی
پسند پھینکی ہوئی ظاہر ہے تمہاری دوست نے جب
میرے بہت نمبر اور ہم چپک کر لایا تو اتنی باتوں کا غم ہونا
حیرت کی بات نہیں ہے۔ خیر میری سچائی کے لیے لگتا
ہی کہ کوئی ہے کہ تمہیں بتاے بھی بھی خاندان میں میری
مطافی پسندیدگی کا چکر ہی نہیں چلا۔ تمہاری دوست ہا
سے میرا دوست غی باتیں کرتا تھا۔ اور مجھے ایک ایک
تفصیل کا علم ہے۔ یقیناً اس نے ہا کو بھی اپنے فریڈل
اور لڑکیوں کے بارے میں بھی بتایا ہو گا۔ انجی میں
تمہاری زبان سے ملو ادا ارم کا نام سن کر چوڑکا تھا۔
خیر میں غی سے تمہاری بہت کراؤں گا۔ اور تم ہا کو
میری آواز سنو اگر تھوڑی کر لو کہ اس کا مطلوبہ لڑکا میں
ہوں کہ نہیں تم ابھی کھل کر دے۔" جرار نے اپنا
سین فون اس کے ہاتھ میں پکڑ لیا۔
کھلی دیر تک جاتی رہی۔ مگر وہ بھی نہیں کر رہی تھی۔
جرار پورے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ تیسری بار اس نے
کل ریسو کر لی۔ انا سو رہی تھی اس وقت انبساط
کی کھل نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ نمبر بھی انجی
تھا اس کے لیے۔
انبساط نے اس منہ کے بعد لو حرا و حری باتیں

شروع کر دیں۔ تب کچھ دیر جرار نے اس کے ہاتھ سے
سین فون لے لیا۔
"السلام علیکم ہا کیسی ہو؟ انبساط کے ساتھ ایک
ہی نمبر سے جرار بھائی کی آواز سننے کا تجربہ اس کے لیے
بہت حیرت کن تھا۔ جرار نے بڑی خاموشی سے اسے پتہ
تین کر دیا تھا۔ لن دولوں کی باتیں وہ بھی سن سکتی تھی۔
جرار نے مختصراً انبساط سے اپنی پسندیدگی اور پھر شادی
کے معاملے کا بتایا لیکن اس دوران اس نے ایک بار
بھی بھولے سے یہ نہیں کہا کہ میری بیوی قلعہ تھی کا
شکار ہے۔ ہا اسے بھائی بھائی کہہ رہی تھی۔ جرار نے
غی کے موجودہ حالات کا بتایا کہ اس کی منگیتر کو کینسر ہو گیا
ہے اور وہ نئے سرے سے ایک اور لڑکی کے ساتھ انواہ
ہے۔ ہا نے سن کر کسی خاص تاثر کا اظہار نہیں کیا۔
ویسے بھی اب اسے صبر آگیا تھا۔
اسے سب پتا تھا کہ غی جرار کا نمبر کچھ عرصہ
استعمال کرتا رہا تھا۔ بات بھی زیر بحث آئی تھی۔ ہا
نے زندگی گزارنے کا گر سکے نہ تھا۔ اب اسے کوئی دیکھ
نہیں تھا اس نے بڑے سکون سے جرار سے بات کی
تھی۔ اب ایک بار بھی نہیں بدلی۔ ورنہ اس پہلے ہا کی
جب بھی جرار سے بات ہوئی ہوتے ہوئے ہی ہوتی۔
وہ انبساط کے ساتھ اس کی شادی پہ خوش تھی۔
جرار نے فون بند کرنے سے پہلے وعدہ لیا کہ وہ اب
اس ستر ایلے میں رہے گی۔ ہا نے اس کی خوشگوار زندگی
کے حوالے سے ٹیک تمناؤں کا اظہار کیا۔
اپنی باتوں کے دوران سحری کا نام ہو گیا۔ جرار نے
اس کا سین فون اس طرف بچھلایا۔ جو اس نے بڑے
مرے مرے ہاتھوں سے اٹھا لیا۔

وہ پشاور جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔
انبساط ایک طرف کرسی پر بیٹھی تھی۔ جرار پرش
کر کے گھوا اور اس کی طرف دیکھا۔
"تم نے مجھے بڑے آرام سے گھر لی اور ٹائم پاس
کرنے والا تو جو کچھ قرار دیا تھا مجھے اتنا بتاؤ کہ تم میرے

ساتھ کیا کرتی رہیں۔ پورے دن باہر کے دروازے پر
نے کیا نہ کیا تھا۔ وہ دن سے وہ قسمیں اور خواب ابھی
مجھے اپنی باتوں کے سہارے دکھائی دیتے۔ اور پھر ایک
دن بڑے آرام سے کہہ دیا کہ آج کل مجھے فون نہ کرنا
میری شادی ہو رہی ہے۔

تم خود کیا ہو؟ میں طرح طرح سے پوچھ کر دیکھ اور
انہوں نے میرے شہ سے تم سے ایک بار کہا تھا کہ مجھے
جب محبت ہوگی تو میں اس لڑکی کو اپنا لوں گا۔ یہ کہ
اپنی عزت ہوں گا۔ اور میں نے ایسا ہی کیا۔ تو
قسمت کا اتفاق تھا کہ تم بڑے دوست کی بیٹی نکلی
آئیں اور مجھ سے بھی میرے انہوں نے تمہیں میرے
لیے پسند کر لیا۔ ایک اتفاق کے ذریعے ہی یہ بات
میرے غم میں تکی ورنہ تم تو ایک خواب دکھا کر غائب
ہو جاتی تھیں اپنا کمری آف کر دیتا تھا کہ میں ساری زندگی
تمہیں اچھا ہونے والوں تلاش کرتا ہوں اندھیرے میں
جاکر ڈھونڈتا رہتا ہوں۔

جو کلمہ میں نے ہمارے ساتھ کیا اور تم کے ساتھ کیا وہی
کلمہ تم نے میرے ساتھ کرنا چاہا۔ یہ تو میری قسمت
اچھی تھی جو میں اس تکلیف سے بچ گیا تم شہر میں
ہی ایک بار مجھ سے تمہاری توکر لیں ہمارے بارے میں۔
تم نے مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔ اگر کل کرنا ہوتا تو
کتنا اچھا ہوتا کہ تم سے کچھ نہ کہنا نہ ہوتا۔
میں نے جب تک کر نہیں سے کی چھین دکھا سزا اور اپنا
سیل فون اٹھایا۔

"ایک بار ضرور سوچو کہ کیا کسی لمحے تمہیں بھی مجھ
سے محبت ہوئی۔ تم جو خواب مجھے دکھائی تھیں کیا خود
بھی میں کا دھم نہیں؟ لوگ کے ٹیک کسرا اپنا خیال
رکھنا۔" وہ متوازن قدموں سے چٹا ہار نکلیا۔

انسداد کا وہ حال تھا کہ کلاؤ جین میں لو نہیں
نہ مرنے مرنے قلموں سے وہیں ڈھیری ہو گئی۔
شرمندگی حد سے سوا تھی۔ جرات نے تو صرف حقیقت
بتائی تھی۔ لیکن اس حقیقت کے آئینے میں اسے اپنا

چراغ صاف دکھائی دے رہا تھا۔
وہ خود کو کتنا غصہ مند اور با شعور تصویر کرتی تھی۔
کی چیزیں باتوں میں آکر خود بھی جذباتیت کی رو میں رہ
گئی تھی۔ فون کے سہارے ایک بڑے لڑکے کو
سنوارنے چلی تھی ایک قلبی سے انتہائی پسند تھی۔
کیا ایسا ممکن تھا کہ وہ فون کے سہارے بڑے لے سکتی
اسے شوق کر سکتی اوروں کی بھائی کرتے کرتے وہ
اپنے پاؤں پہ کھانڈی مارنے چلی تھی۔ جرات کو تو اس
نے نئے نئے مزے سے فہمی اور ہانپاں کہہ دیا تھا اور وہ
خود کیا تھی۔ ٹکی ہونے کے باوجود معمولی محبت کا ڈرامہ
رچا دیتی نسوانیت کا زور بھر دیتی نہیں کیا۔ خوبوں کی
دایاں اس کے ساتھ گھڑی۔ جرات کے ساتھ بچوں کی
تعدیلو تک وہ پلان کر چکی تھی۔ بے شک یہ سب
بحوث تھا لیکن اس بصورت میں اس نے اپنی اپنی عزت
انہیں اور نسوانیت کو دوپہ لگا تھا جرات کو تو پہلے نہیں پتا
تھا کہ وہ بحوث ہوں رہی تھیں۔ صرف ایک ڈرامہ
کر رہی ہے ایسا ڈرامہ جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے
اس میں اور ہلکی لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔
جرات اسے یقین دہا رہا تھا اور یہ سب کتنا جلتا تھا
اسے ہر طرح سے دونا آ رہا تھا۔ جرات پشور جا چکا تھا۔
سات روزے باقی تھے اب اسے عید پہن پہن واپس آنا
تھا۔

نانشہ بیگم نے اسے اور شازیہ کو گناہوں میں اپنی عید
کی شریک کر لیا۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا خریداری
کرنے کا۔ مگر نانشہ بیگم کے پیار بھرے اصرار کے
سامنے اس کی نہیں تھی۔

عید کو صرف چار دن باقی رہ گئے تھے۔ ستائیسویں
شب کو اس نے پوری رقت قلب کے ساتھ دعا مانگی
تھی۔

جرات سے کی ساری باتیں یاد میں اسے شرمندگی کے
بھرے سمندر میں بہہ نکلی رہی تھیں کیا کیا کہتی رہی
تھی وہ اسے۔ وہ اسے قحطی لوز کر کے لڑکی سمجھتا ہو گا

اب اس نے جرات کو باتوں باتوں میں اپنی شہدہ دی تھی
کہ وہ بہت آگے نکل آیا تھا لیکن تکلیف دہ معلوم تو یہی
تھا کہ وہ اپنی محبت اور جذباتیت واسطے اس میں پچھتاوا
ہیں کے ساتھ حیل رہی تھی۔ سارا سہ کر رہی تھی۔

انتہائی روزے کو اظہار کے بعد وہ دن میں آکر
بیچہ قحطی کی باتیں سے اسیہ بھوش اور ان کی فیملی بھی متبع
ہو گئی تھی۔ اچھی خاصی رونق لگی تھا۔ مگر اس کا دل
بہت افسانہ تھا

جرات جو گیا تھا تو ابھی تک اس سے کوئی رابطہ نہیں
کیا تھا۔ پہلے جب وہ بیڑی رہنے لگی تھی تو اس کی خبر خبر
کے لیے وہ روز فون کر لیا۔ انسداد کی کواڑ سے بغیر اسے
چھین کھین آتا تھا۔ انسداد کی خود ہمت نہیں پڑتی تھی
کہ اس سے بات کرے۔ اسے خوف سا تھا کہ جانے
وہ آگے کیا کہہ دے۔

اس کی صاف لور تامل بھر تھا۔ اس کی آنکھیں
بھری آئیں۔ اندر سے ہنس مذاق شور و گھٹیل کی
توازیں باہر تک آ رہی تھیں۔ لیکن یہ چاند نظر آنے
کا اعلان ہو گیا تھا۔ اس نے کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس
آکر بیٹھا تھا۔ اس نے جسے سے بات کی پشت سے جڑی
بہہ رہی سے آنکھوں پر کرا۔

"بھئی بھئی چلیں بازار لائے" اسیہ بھوش بھی چار دی
ہیں۔ آپ بھی آئیں اپنے بازار کی رونق آپ کو دکھا
لاؤں۔" وہ بہت ہشاش بشاش تھا۔

"نفس جرات کے ساتھ جو کس کی انہوں نے کہا تھا وہ
چاند رات کو آئیں گے" اس نے بڑے مضبوط لہجے
میں کہا۔ عین اسی لمحے گیت پہ چلتا پچھتاوا مخصوص ہارن
بجک۔

پل بھر میں جرات کی آمد کی خبر ہو گئی سب باہر نکلیں
آئے۔

وہ سب سے ملنا لیکن بھل ہو جو اس سے نے ایک
نظر بھی انسداد پر ڈالی ہو۔ اس مارل سے انداز میں

اسامہ کے سامنے اس کی خیمیت پر چکی۔ پھر وہ لوگوں
کے ساتھ ہاتوں میں مصروف ہو گیا۔

کلی پر بعد لڑکیوں نے شور کیا کہ ہمیں مارکیٹ جانا
ہے۔ نانشہ بیگم نے جرات سے بھی کہا کہ لے جاؤ۔
انسداد کی پہلی عید ہے وہ بھی یہاں کا رونق میلہ دیکھ
لے گا چار سے تیار ہونا پڑا۔

جرات نے مناسب سی جگہ دیکھ کر گاڑی پارک
کر لی۔ اسامہ بھی لین کے ساتھ تھا جرات کے ساتھ
انسداد اکیلی ہی بیٹھی تھی باقی اسامہ اور شازیہ سب بھائی
کے ساتھ تھے اسیہ بھوش گلاب بڑے شوق سے سندی
گڈواری تھیں اس کا تکی نہیں چاہا کہ سندی گڈواری
چوڑیوں کے اسٹنڈ پر کھڑے ہو کر لائے اسیہ اور شازیہ
جو بھی نے چوڑیاں پہنیں بھائی نے اسے بھی کہا کہ
چوڑیاں پہن لو۔ اس سے پہلے کہ وہ گاڑی آگے کرتی
جرات نے منع کر دیا۔

"چوڑیاں اور حیرت خرید لو لیکن گھر جا کر خود پہن
لیتے" اس کا انداز قحطی اور بے لگ تھا۔
"لو ہوا اتنی تک نظری۔" بھئی بھوش نے چھیڑا لیکن وہ
خاموش رہا۔

انسداد نے ایک جگہ سے عید کا راز خرید سنا۔ اور
ایک ہانکل الگ کر کے رکھ دیا بازار میں بہت رونق
تھی۔ رات آتھا قہر و ڈھل رہی تھی اور قدرے
خوشگوار تھی۔

لن سب کی واپسی رات کے ہوئی۔ اماں قلم نے
خصوصی دشمن پہلے ہی تیار کر کے دکھادی تھیں تاکہ
صبح دونوں سوویں کا کام آسنا ہو جائے۔ انسداد کو ان
کی حد درجہ محبت پہ پیار سا آگیا۔ اس نے عید کا راز
سندی اور چوڑیاں اماں قلم کے لئے بھی خریدی
تھیں وہ ابھی تک بچن میں ہی تھیں۔ انسداد نے تینوں
چوڑیاں انہیں دیں تو پہلے وہ ایک دم حیران ہو گئیں پھر اسے
خود سے لپٹا لیا۔ پل بھر میں ہی منان ہو گئی تھیں۔
"اماں! نماز پڑھو پلو اللہ سدا خوش رکھے"

انہوں نے ساتھ اٹھا کر دہائی تو وہ شرماسی گئی۔
عائشہ بیگم سمیت وہ اور وہیں کو پہنچے گا روئے آتی
تھی۔ بس جزار کو کارڈوں طلباتی تھیں۔

کچھ ہوتوں سے
کچھ آنکھوں سے
کچھ لپس سے تحریر کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
ان لکھوں کو

ان چہچہوں کو ان دھول کو زنجیر کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
ماٹھوں پہ مندی بھی رہی ہو
کلائی میں چوٹیاں بھی ٹنگائی ہوں
وصل سے یہ آنکھ بھی شرمائی ہو
شدت قرب کلیہ دل بھی تمنائی ہو
پھر چار دی تہ بند کریں
چھ آنکھوں کو زنجیر کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں

بند کے ساتھ سائیڈ نہیں ہے بڑے کارڈ نے فوراً اس
کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تھی۔ کارڈ پہ برت
خوبصورت چھوٹے چھوٹے بھول بنے تھے۔ فوراً اس نے
بھی زیادہ خوبصورت گھائی میں "آپ کے لیے" تحریر
تھا۔ اس کی ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی۔ انبساط و اش
یوم میں تھی۔ اس نے بڑھ کر کارڈ رکھ دیا۔ وہ نما کر
کیلے بل بوتے سے جھکتی باہر آئی۔

"انبساط میں نے تمہارے لیے عید کے کپڑے اور
کچھ چیزیں بلائیں۔ ایک ہی رنگ میں پڑی ہیں۔ نکال لیں۔"
اس نے ہمارے کمرے میں بلایا اور ہمیشہ کی طرح حکیہ بھی
آنکھوں پر رکھ لیا۔

وہ فوراً بیگ کی طرف مئی اور کھول کر سب کچھ باہر
نکالتا۔

"انبساط سوئے سے پہلے لائٹ بند کر دینا۔" اس
نے کچھ آنکھوں سے ہٹا کر یاد دہائی کروائی۔ رات کلاں
زیادہ ہو گئی تھی۔ صبح ہونے میں چند ہی گھنٹے تھے۔ یہی تھوڑا
ڈرامیوٹک کر کے تھک گیا تھا۔ انبساط نے لائٹ بند
کر دی۔ تنہا وہ تکیہ بٹھا کر میوے کی طرف نہیں گئی
تھی۔ بند وہیں بیٹھ رہی تھی۔ لیکن جزار سوچتا تھا۔
اس میں ہمت نہیں تھی۔ خود سے اس کی طرف ہاتھ
پھیلانے کی۔ سوچ رہی تھی کہ وہیں کیسی رہی۔

مرد حضرت صبح تیار ہو کر نماز کے لیے مسجد جائے
تھے۔ شازبہ بھی بھیجی کی کوشش تھی کہ وہ ان سب کے
آپنے سے پہلے تیار ہو جائیں۔ سوان کی کوشش عروج
پہنچ گئی۔

جزا عید کی نماز پڑھ کر چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے
گیا۔ پانی گھر آگئے۔ احسان انکل اور شازبہ سب کے
ہمراہ وہ نہیں تھا۔ سب سے پیوستہ ہوئی اپنی بیوی کو خوشی
کے پردے میں چھپاتی وہ سب سے عید تھی۔ احسان
انکل اور شازبہ سب سے عید تھی۔ وہ اسے روٹا لیا۔

وہ کچن میں آکر فروت چات اور سویاں ڈش میں
ڈال رہی تھی۔ جب جزار نے اس سے پانی مانگا۔ اس
نے فوراً فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر گھاس
بھر کر اس کی طرف پھیلایا تو جب جزار نے اس کی سوچی
سوچی آنکھیں دیکھیں۔ وہ سب سے عید مل کر ابھی آئی
تھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کی حلاشی
لکھوں کا مرکز شازبہ تھا بھی۔ کو بھلا تھا بھی تو اشارہ
کیا کہ وہ کچن میں ہے۔ وہ ہی کے اٹنے ہوئے سیٹ
میں لیوس تھی۔ کلائی میں چوڑی بھی تھی بھروس
مندی اس نے خود رات میں لگائی تھی۔ سوان کی لیکن
بستا بھی لگ رہی تھی۔

"انبساط ذرا کمرے میں آؤں لوں مری ہوں۔"

گھاس رکھ کر نکلیں کیا تھا۔

وہ اندر آئی تو جزار مصروف سے انداز میں کچھ ڈھونڈ
رہا تھا۔

"میں آپ نے بنایا تھا؟" وہ آنکھوں پہ پانی کے
مچھٹے مار کر مٹی! امکان اس کی سوچن چھپانے کی سعی
کر رہی تھی۔

"ارے ہاں میں جاتے وقت لائٹ سے انکل کر
تمہاری عیدی یہیں رکھ کر گیا تھا تم نے اٹھا تو نہیں
لی۔"

وہ راز بند کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ چھن سے
اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ اتنی کئی لڑکی اور خیر اہم تھی
کہ وہ خود اسے عیدی دینے کے بجائے رکھ کر گیا تھا۔
وہ سب سے عید ش کر عیدی دے کر گیا تھا۔ اسے
سب کے منہ ایک پار بھی عید مبارک نہیں کہا اور کہا کہ
عیدی دیکھ دی تھی۔ انبساط کے آنسو گلاٹھ پہ لڑھکے
تھے۔

"آپ اپنی عیدی اپنے پاس ہی رکھیں۔ آپ نے
مجھے عید کی مبارک تنک نہیں دی اور نہ عید ملے تھا۔
ایسے عیدی دیتے ہیں۔ آپ کو اپنی ہی باتیں بھول گئی
ہیں لیکن مجھے یاد ہے سب کچھ۔" اس نے خود پہ قبو
پانے کی دست کو شش کی تھی لیکن ناگہم ہوئی تھی۔

"تو پھر تم ہی جانا دو کچھ مجھے بھول گیا ہے تو۔" جزار
اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے آنسو
صاف کیے۔ سرخ غصیل آنکھوں سے اسے دیکھا
اور پھر اس کے کندھے پہ بڑے زور سے ناخن مارے۔
اسے دھکا دینے کی کوشش کی اور ناکام ہونے پہ ایک بار
پھر اس کی طرف ہاتھ پھیلایا تو اس نے انبساط کے
دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"یہ تو فائل ہے یہ ایسی صورت میں تھا میں اگر
بے ایمانی کرتا۔ لیکن میں نے تو بے ایمانی کی ہی نہیں ہے
ایسی عید کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ تم بیاہ
سے عید ملے کے بجائے خوشخوار حرکتیں کرو۔" وہ دست
سجود تھا۔

"چھپا پالٹھی ہو گئی ہے مجھ سے لب تو میں عید
مبارک کہہ رہی ہوں۔"

"تم نے ایسے تو نہیں کہا تھا۔" جزار نے شرارت
رہنمائی۔

چھپا کر اس کی آنکھوں میں جھٹکا
شدت قرب کلیہ دل بھی تمنائی ہو۔

پھر چاہت ہی تجرید کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں

وہ شرارت سے گنگنا پڑا انبساط شرمندہ ہوئی۔ گویا
رات اس نے کارڈ۔ کہیں سے انکم پڑھ لی تھی۔ خود
آگے بڑھنے مشکل تو تھا لیکن ناممکن نہیں۔

"آپ کو بہت بہت عید مبارک ہو۔" جزار کے
دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ پرانی انبساط لگ رہی
تھی۔

"خیر مبارک کی۔" جزار نے اسے خود سے قریب
کر لیا تھا۔

"لیکن تم نے تو کچھ اور ہی کہا تھا کہ پہلی عید ایسی
ہوگی ایسی ہوگی۔" وہ اسے یاد کروا رہا تھا۔ جزار نے
اسے مزید شرمندہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس
کی اعلیٰ تھلی نے انبساط کا دل جیت لیا تھا۔

اس نے جزار کو جو کچھ کہا تھا لب اس پہ عمل کرنا
مشکل نہیں تھا۔ یہ تو جزار جیسے محبت کی قدر کرنے
والے شخص کو دوا محبت ہی دی جا سکتی تھی۔ اس کے
حصار میں سینے ہوئے اب وہ اسے کسی بے ایمانی کا
تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ پوٹی عید اور پہلی محبت
کے خوبصورت جذبے کو اس نے ہمیشہ سنبھل کر دل
کے نمان خانہ میں رکھنا تھا۔ جزار اب صرف اس کا
شوہری نہیں بلکہ محبوب بھی تھا اور محبوب چیزوں کی تو
قدر ہی کی جاتی ہے۔

لب جزار کے تنک اس خوبصورت عید کو لے
دکھانے مجھے خواب کے مطابق مٹانا ایسا بھی مشکل
نہیں تھا۔
